٢٤ آیتیں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدر آباد

ناشر

فرید بک ڈپو، نئی دہلی

طبع دوم

نام کتاب : ۲۴ آیتیں

مصنف : حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سن اشاعت : ۲۰۰۴ء

صفحات : ٦٠

قیمت : ۲۰ روپئے

ناشر : فرید بک ڈپو، نئی دہلی

کمپیوٹر کتابت : مولانا محمد نصیر عالم سبیلی

)شعبہ کمپیوٹر المعہد العالی الاسلامی، حیدر آباد(

ملنے کے پتے

المعہد العالی الاسلامی تعلیم آباد، قباکالونی شاہین نگر، حیدر آباد- ٥٠٠٠٥

فون نمبر :- 040--24440294, 24442771, 9246585798

t فرید بک ڈپو، نئی دہلی فون نمبر:- 011-23289786

t کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور(یوپی)

t ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدر آباد

t کتب خانہ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ، قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ، قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِىْ ، اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ ، اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔

(یونس ۱۵)

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، تو جن لوگوں کو ہم سے ملاقات کی اُمید نہیں ہے، وہ کہتے ہیں: اس کے بجائے دوسرا قرآن لاؤ، یا اس میں تبدیلی کردو، آپ کہہ دیں: مجھے یہ حق کہاں حاصل ہے کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں؟ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں ، جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تو مجھے بڑے دن (قیامت) کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

info@khalidrahmani.com, www.khalidrahmani.com

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے ، وہ بھائی چارہ کی تعلیم دیتا ہے ، آپس میں میل و محبت سکھاتا ہے اور دنیا کے تمام انسانوں کو ایک آدم کی اولاد سمجھنے اور انسانی معاشرہ میں اخلاقی قدروں کو پروان چڑھانے کا درس دیتا ہے ، اس مذہب میں انسانیت کی اتنی اہمیت ہے کہ اس نے ایک شخص قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے ، اس کی تعلیمات میں دیگر مذاہب کا اتنا احترام ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کے پیشواؤں کو سخت سست کہنے سے بھی منع کیا ہے ، اس کی انسان دوستی کا یہ حال ہے کہ عین جنگ کے موقع پر بھی حکم دیا گیاکہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے ، ان کے مذہبی پیشواؤں کو نہ چھیڑا جائے ، حتیٰ کہ دشمنوں کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے فصل برباد کرنے اور پھلدار درختوں کو کاٹنے سے بھی منع کردیا گیا ہے۔

لیکن ان واضح تعلیمات اور مسلمانوں کی روشن تاریخ کے باوجود آج ان کے بارے میں بے ثبوت غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں اور لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ اسلام انسانیت دشمن مذہب ہے ، وہ صرف جنگ کی بات کرتا ہے اور دوسرے مذہب والوں کا صفایا کردینے کا حکم دیتا ہے ، اس وقت اس طرح کی غلط فہمیاں پیدا کرنے اور سماج میں مذہب کے تعلق سے نفرت کی بیج بونے میں پیش پیش " آر ۔ ایس ۔ ایس اور وی ۔ ایچ ۔ پی " کے لوگ ہیں ، جن کا مقصد ہی یہی ہے کہ مذہب کے نام پر عوام میں نفرت پھیلائیں اور فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کریں ، اس سلسلہ میں وی ۔ ایچ ۔ پی والوں نے ۲٤ /آیتوں پر مشتمل ایک پمفلٹ بھی تیار کیا ہے ، جس میں قرآنی آیات کی من مانی تشریح کی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اسلام صرف قتل و قتال کی تعلیم دیتا ہے ، یہ انسانیت دشمن مذہب ہے ، اور اس کے ماننے والے دیگر مذاہب کے متبعین کومارنا ثواب کا کام سمجھتے ہیں ، اس پمفلٹ کو وہ ایک عرصہ سے پورے ہندوستان میں تقسیم کررہے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے متعلق عداوت پیدا کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑکر پیش کرنے کی منصوبہ بند مہم چلائے ہوئے ہیں۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ ملک گیر شہرت کے حامل ، متعدد کتابوں کے مصنف اور بلندپایہ صاحبِ قلم و عالم دین حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اس کی طرف توجہ کی اور ان ۲٤/ آیتوں سے متعلق ایک چشم کشا تحریر مرتب کی ہے ، جو روزنامہ " منصف " حیدرآباد کے مینارۂ نور ایڈیشن میں سات قسطوں میں شائع ہوچکی ہے ، اس میں انھوں نے وی ۔ ایچ ۔ پی والوں کی جانب سے پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا جائزہ لیا ہے اور قرآن کی آیتوں کو جس طرح انھوں نے توڑ مروڑ کر پیش کیاتھا اس کا تفصیلی جواب دیا ہے ، نیز جہاد ، جزیہ ، غیر مسلموں سے تعلقات وغیرہ کے متعلق جو شبہات تھے ان کا مؤثر طورپر ازالہ کیا ہے۔

ان مضامین کا مجموعہ ذیلی عنوانات کے اضافہ کے ساتھ حیدرآباد کے مؤقر ادارہ " قرآن فاؤنڈیشن ، مانصاحب ٹینک حیدرآباد " کی طرف سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا تھا ، اور شائع ہونے کے بعد چند ہی دنوں میں اس کے نسخے ختم ہوگئے ، شمالی ہند اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں یہ اہم کتاب پہنچ نہیں پائی تھی ، اس لئے راقم الحروف نے مؤلف گرامی سے خواہش کی کہ فرید بک ڈپو کو اس

کتاب کی اشاعت کی اجازت دی جائے ، چنانچہ مولانا محترم نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی ، اس طرح اب یہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

اُمید ہے کہ اس کتاب سے بہتر طریقہ پر سنگھ پریوار کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیاں دور ہوسکیں گی۔

محمد ناصر خاں

(فرید بک ڈپو ، دریا گنج ، نئی دہلی)

ööööööö

پیش لفظ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے ، جو اپنے زمانۂ نزول سے آج تک ایک حرف اور نقطہ کی تبدیلی کے بغیر محفوظ ہے ، اور ان شاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گی ، اس کی انقلاب اور اثر انگیزی کی صلاحیت ایک ایسی حقیقت ہے ، جس کا اپنوں اور بے گانوں سبھوں نے اعتراف کیا ہے ، اکثر مذہبی اور سیاسی قائدین نے بہت ہی بلند الفاظ میں اس کتاب کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے ، لیکن کچھ لوگ جن کا کام نفرت کی بیج بونا اور عداوت کے شعلے سلگانا ہے اورجن کے اندر حقائق کو قبول کرنے اور سچائیوں کا اعتراف کرنے کی صلاحیت نہیں ہے ، وہ قرآن کو اپنی بے جا تنقید کا ہدف بنارہے ہیں ، ان ہی میں وی ۔ ایچ ۔ پی اور اس کے رہنما پروین توگاڈیہ اور اشوک سنگھل وغیرہ

ہیں ، یہ لوگ نفرت کے سوداگر ہیں اور اپنی اس تجارت کو فروغ دینے کے لئے انھیں دن کو رات اور سفید کو سیاہ کہنے میں بھی کوئی عار نہیں۔

وی ۔ ایچ ۔ پی والوں کی طرف سے اس وقت بہت زور و شور کے ساتھ چوبیس آیتوں پر مشتمل ایک پمفلٹ کی اشاعت عمل میں آرہی ہے اور نہ صرف غیر مسلم برادرانِ وطن اس سے غلط فہمی میں مبتلا ہورہے ہیں ، بلکہ بہت سے ناواقف مسلمان بھی غلط فہمی کا شکار ہورہے ہیں ، اس پس منظر میں قارئین " منصف " حیدرآباد کی خواہش پر راقم الحروف نے " شمع فروزاں " کے ہفتہ وار کپلم میں ان آیات کی ضروری تشریحات تحریر کی تھیں ، جو مورخہ : ۳۱/ جنوری ۲۰۰۳ء تا ۱٤/ مارچ ۲۰۰۳ء سات قسطوں میں طبع ہوئیں ، اللہ کا شکر ہے کہ اس تحریر کی بڑی پذیرائی ہوئی ، بہت سے خطباء نے جمعہ کی نماز سے پہلے اسے پڑھ کر سنایا اور متعدد لوگوں کی طرف سے یہ تقاضا سامنے آیاکہ اسے رسالہ کی شکل میں طبع کردیا جائے اور ہندوستان کہ دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کرایا جائے ، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محبی فی اللہ مکرم و محترم جناب حیدر محی الدین غوری صاحب زید لطفہ اور ان کے صاحب زادۂ گرامی جناب شاہد

غوری صاحب کو کہ انھوں نے اپنے ادارہ قرآن فاؤنڈیشن مانصاحب ٹینک سے اس کی اشاعت اور ترجمہ کا ذمہ لیا ، اور شائع فرمایا ، فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

لیکن ہندوستان کے دوسرے علاقوں تک اس کی رسائی نہیں ہوسکی ، مشہور صاحب ِ نسبت بزرگ حضرت مولانا قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہم نے بڑی تعداد میں اس کی زیراکس کرواکر اپنے متوسلین و متعلقین میں تقسیم فرمایا ، محبی فی اللہ جناب مولانا محمد کلیم صدیقی زیدت حسناتہم (پھلت) نے جامعہ شاہ ولی اللہ سے اس کا ہندی ترجمہ شائع کیا ، عزیزی مولوی عبید الرحمن سلمہ (وجئے واڑہ) نے تلگو میں اس کا ترجمہ کرایا ، اور وجئے واڑہ سے شائع کیا، لیکن اُردو قارئین کے بہت سے حلقوں تک اس کی رسائی نہیں ہوسکی ، اسی پس منظر میں محبی جناب محمد ناصر خاں صاحب نے فرید بک ڈپو سے اس کی اشاعت کی خواہش کی ، اور راقم الحروف نے اسے مناسب سمجھا تاکہ شمالی ، مشرقی و مغربی ہندوستان تک بھی یہ رسالہ پہنچ سکے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد (وی ۔ ایچ ۔ پی) اور (آر ۔ ایس ۔ ایس) کے بعض لوگوں نے مجھ سے ملاقات بھی کی اور معلوم ہوا کہ ان کے حلقوں میں اس جواب کو خصوصی اہمیت دی گئی اور اس پر غور کیا گیا ، شاید ان تک اس کا ہندی ترجمہ پہنچا ہو ، پھر حیدرآباد میں انٹلی جنس کے بعض نمائندے بھی مجھ سے ملے ، انھوں نے ضابطہ کی کاروائی کے طورپر کچھ سوالات کئے ، اور اخیر میں کہا کہ آپ نے اس کتاب کو بہت ہی ٹھنڈے لب و لہجہ میں لکھا ہے ، اور ہندوؤں کے جذبات کو چھیڑے اور ان کے دیویوں اور دیوتاؤں کے بارے میں کوئی معمولی سی بھی نازیبا بات کہے بغیر اپنے مقصد کو حاصل کیاہے ، تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ صاحب خود غیر مسلم ہیں ، اور خوب اچھی اُردو بولتے ہیں ، بلکہ بہت بہتر طریقہ پر اُردو پڑھے ، لکھے ، بھی ہیں۔

بہر حال اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے ، اگر یہ سطریں اسلام کی حفاظت اور قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات کے چند کانٹوں کو نکالنے میں مؤثر اور مفید ثابت ہوجائیں ، اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی

کا وسیلہ بن جائے تو اس گنہگار کے لئے یہ چھوٹا سا رسالہ اس کی ضخیم تالیفات سے بڑھ کر ہے ،واللہ من وراء القصد وہو المستعان۔

۷/ ربیع الاول ١٤٢٤ھ خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے ، یہ انسانیت کے لئے ابدی پیغام اور زندہ دستورالعمل ہے، یہ بیک وقت دماغ کو بھی مطمئن کرتی ہے اور بربط دل کو بھی چھیڑتی ہے ، یہ ایک انقلاب انگیز کتاب ہے ، جیسے سورج کی تمازت میں کبھی کمی

نہیں آسکتی اور سمندر کی وسعتوں کو کم نہیں کیا جاسکتا ، اسی طرح اس کتاب کی اثر انگیزی ، اس کی تاثیر ، دلوں کو زیر و زبر کردینے کی صلاحیت اورفکر و نظر پر چھاجانے کی طاقت میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوسکتی ، یہ رواں دواں زندگی میں انسان کی رہنمائی کی پوری صلاحیت رکھتی ہے ، اس لئے اس کی آب و تاب میں کوئی فرق نہیں آسکتا ، خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے ، جو اس بات کا اعلان ہے کہ قرآن مجید قیامت تک اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ محفوظ رہے گا۔

دنیا میں جو دوسری مذہبی کتابیں ہیں ، انسانی زندگی سے ان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے ، آج کوئی ہندو ، بدھسٹ یا عیسائی اپنی تجارت ، کاروبار ، نظام حکومت ، طریقہ ٔعدل و انصاف ، ازدواجی زندگی ، خاندانی تعلقات، مختلف قوموں کے باہمی روابط اور اس طرح کے دوسرے مسائل میں اپنی مذہبی کتابوں سے رجوع نہیں کرتا ، نہ وہ اپنے مذہبی علماء سے احکام و مسائل معلوم کرتے ہیں ، زیادہ سے زیادہ بعض قومیں نحس و برکت وغیرہ کے سلسلہ میں جو توہمات ہیں، ان کے لئے مذہبی شخصیتوں سے رجوع ہوتے ہیں اور کچھ عباداتی رسوم کو اپنی عبادت گاہوں

میں انجام دیتے ہیں ، عام لوگ ان کتابوں کو نہ پڑھتے ہیں ، نہ سمجھتے ہیں ، سمجھا جاتا ہے کہ کچھ مخصوص لوگ ہی اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے اہل ہیں ، اس لئے ان قوموں کی زندگی میں مذہب کا ہمہ گیر تصور نہیں پایا جاتا اور وہ زندگی کے عام مسائل میں اپنی خواہش کے متبع ہیں ، ـــــ نہ کوئی حلال ہے ، نہ حرام ، نہ جائز نہ ناجائز اور نہ مکروہ ، نہ مستحب۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اُمت ِ مسلمہ اپنی بہت سی کمزوریوں اور کوتاہ عملیوں کے باوجود آج بھی اپنے مذہب سے مربوط ہے ، خود ہمارے ملک ہندوستان میں بیسیوں دارالافتاء ہیں ، جن کے پاس روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ کی ڈاک آتی ہے اور لوگ زندگی کے نوع بہ نوع مسائل کے بارے میں حکم شرعی دریافت کرتے ہیں، کسی جبرو دباؤ کے بغیر اپنے سینکڑوں معاملات کو شرعی پنچایت اور دارالقضاء میں لے جاتے ہیں ، اور مسلمان چاہے زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ہو ، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے زندگی گذارے، اسی چیز نے اسے الحاد و بد دینی کے اس طوفان میں بھی دین سے مربوط رکھا ہے اور وہ اس لادینی ثقافت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو

تیار نہیں ہے ، جس کے سامنے آج تمام قومیں اپنی شکست تسلیم کرچکی ہیں ، یہ سب قرآن مجید کا فیض ہے ، یہ وہ چیز ہے جس نے حق اور سچائی کے دشمنوں کو قرآن مجید کے خلاف کھڑا کردیا ہے ، لیکن یہ بات کہ قرآن مجید کا کچھ حصہ حذف کردیا جائے ، کوئی نئی بات نہیں ہے ، یہ مطالبہ تو خود نزول قرآن کے زمانہ میں بھی ہوا ، (یونس : ١٥) لیکن جیسے ان معاندین کی خواہش ناکام و نامراد ہوئی ، آج جو لوگ قرآن مجید کے خلاف زبان کھول کر سورج پر تھوکنے کی کوشش کررہے ہیں ، ان کی اس بے جا خواہش اور مطالبہ کا بھی وہی حشر ہوگا ۔

ہندوستان میں حقیقت پسند ہندو علماء نے ہمیشہ قرآن مجید کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے ، گاندھی جی اور ونوبابھاوے جی مذہبی شخصیت کے حامل تھے ، گاندھی جی قرآن سے بہت متاثر تھے اور اس کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے ، یہی حال ونوبابھاوے جی کا تھا ، انھوں نے تو قرآن کی منتخب آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح بھی "روح القرآن " کے نام سے مرتب کی ہے ، ہندوستان میں طباعت و اشاعت کی موجودہ سہولتوں اور پریس کی کثرت کے دور سے پہلے قرآن

مجید کی طباعت میں سب سے نمایاں کام " منشی نول کشور لکھنؤ " کا ہے ، وہ صحت کے مکمل اہتمام کے ساتھ قرآن مجید طبع کیا کرتے تھے اور طباعت کے لئے سنگی تختیاں تیار کرتے تھے ، نیزانھیں احتراماً دوسری زیر طباعت کتابوں اور ان کی تختیوں سے اوپر رکھا کرتے تھے۔

قرآن مجید کے بارے میں ہندو علماء کے تاثرات

قرآن مجید کے بارے میں بابا بھو پندر ناتھ باسو فرماتے ہیں :

" تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیم کا یہ اثر موجود ہے کہ ایک خاک روب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کرسکتا ہے " ۔

بابو بپن چندر پال کہتے ہیں :

" قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات ، پات کا امتیاز موجود نہیں ہے ، نہ کسی کو محض خاندانی اور مالی عظمت کی بنا پر بڑا سمجھا جاتا ہے " ۔

مشہور قائد مسنر سروجنی نائڈو کا یہ بیان کس قدر حقیقت پسندانہ ہے کہ :

" قرآن کریم غیرمسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے ، دنیا اس کی پیروی سے خوش حال ہوسکتی ہے " ۔

بابائے قوم مہاتما گاندھی جی کا ارشاد ہے :

" مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے " ۔ (سہ روزہ دعوت ، ١٣/ مئی ١٩٨٨ء ، ص : 76)

قرآن مجید کے ہندو مترجمین و ناشرین

قرآن مجید سے اسی تعلق اور عقیدت کا اثر ہے کہ مختلف ہندو اہل علم نے قرآن مجید کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا ہے ، یا قرآن کی منتخب آیات کو اپنی زبان میں منتقل کیا ہے ، ونوبا بھاوے کی " روح القرآن " کا ذکر اوپر آچکا ہے ، ہندی کے مشہور شاعر بھارتبندو ہرش چندر نے بھی قرآن کا ترجمہ شروع کیا تھا ، جورسالہ ہرش چندر میں ١٨٧٧ء میں شائع ہونا شروع ہوا تھا ، لکھنؤ کے نند کمار اادستھی نے بھی قرآن پاک کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے ، آریہ سماجیوں کی

طرف سے بھی وید کے منتروں سے تقابل کرتے ہوئے قرآنی آیات کا انتخاب مع ترجمہ شائع کیا ہوا ہے ، ۱۹۹٤ء میں ہندوستان کے سابق کیبنٹ سکریٹری ونود چند پانڈے نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا ہے ، انھیں اعتراف ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے ، بلکہ وحی ہے ، سردار جگجوت سنگھ کی فرمائش پر کنہیا لال لکھداری نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا ، جو چار سو پندرہ صفحات پر دھرم سبھالدھیانہ سے ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تھا ، اس ترجمہ میں شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے مدد لی گئی ہے۔

بنگال کے ایک ہندو عالم گریش چندر سنگھ نے ۱۸۸۱ء میں قرآن مجید کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا ، ۱۹۲٦ء میں بنگلہ بولنے والے مسلم علماء نے اس ترجمہ کو مستند قرار دیا ، پنڈت کیلاش چندر برہست نے جناب امام الدین رام نگری کے ساتھ مل کر مولانا صدر الدین اصلاحی کے ترجمہ کو ہندی میں منتقل کیا ، یہ ترجمہ ۱۹۵۵ء میں رامپور سے شائع ہوا اور اس کے صرف دو ہی پارے منظر عام پر آسکے ، جناب پران ناتھ نے اپنی گجراتی تالیف " قلزم سروپ " میں قرآن اوروید کے متن کا انتخاب پیش کیا ہے ، دھن پرکاش ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

دہلی نے قرآن مجید کا منظوم ہندی ترجمہ "پوتر قرآن درشن " کے نام سے کیا ہے ، جسے " الوک پرکاش " نے شائع کیا ہے اور فروری ۲۰۰۰ء کے کتابی میلہ میں اسے نمائش و فروخت کے لئے بھی رکھا گیا تھا ، شیخ محمد یوسف کا ہندی ترجمہ قرآن جس شخصیت نے شائع کیا ، وہ ہیں پنڈت دولت رام شرما ، یہ ترجمہ اسٹار پریس بازار ہال امرتسر سے اشاعت پذیر ہوا تھا۔(ملخص از : دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندؤں کا حصہ ، ص : ۱۵۸ ۔ ۱۵۵)

یہ ان ہندوبزرگوں کا حال تھا ، جنھوں نے قرآن مجید کو پڑھا تھا اور براہ راست اس عظیم کتاب کے مطالعہ کی سعادت حاصل کرچکے تھے۔

اب یہ بے چارے وی ۔ ایچ ۔ پی والے جو سیاست کے لئے مذہب اور دھرم کا ناجائز استعمال کررہے ہیں اور اپنی زہر آلود تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ انسانوں کو باٹنے اور دلوں کو تقسیم کرنے کا کام کررہے ہیں ، ان ہی لوگوں نے سیدھے سادھے،سادہ لوح ہندو بھائیوں کے دلوں میں نفرت کی بیج بونے اور مسلمانوں کے خلاف تشدد پیدا کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی ۲٤ /آیتوں

کا انتخاب کیا ہے اور ان کے ذریعہ یہ بتانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ قرآن کریم غیر مسلموں کو قتل کرنے ، ان کا دشمن ہونے اور انھیں دوست نہ بنانے کی تعلیم دیتا ہے ؛ اس لئے مسلمان کبھی بھی غیر مسلموں کے حق میں مہربان اور رحم دل نہیں ہوسکتے۔

اس پروپیگنڈے کی حقیقت یہ ہے کہ آگے پیچھے کے مضمون سے کاٹ کر ، یا جن غیر مسلموں سے عہدِ نبوت کے مسلمانوں کا سابقہ تھا ، ان کو نظر انداز کرکے اور ان آیات کے نازل ہونے کے پس منظر کو بیان کئے بغیر ان آیتوں کو پیش کیا جارہا ہے ، ظاہر ہے کہ کسی بھی بات کو اگر اس کے پس منظر سے ہٹادیا جائے، یا اس کو آگے یا پیچھے کی عبارتوں سے کاٹ کر پیش کیا جائے ، تو اچھی سے اچھی بات کا بھی غلط مفہوم نکالا جاسکتا ہے ، ـــــ اسی پس منظر میں ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ان آیات کے بارے میں صحیح صورتِ حال پیش کردی جائے۔

بحیثیت مجموعی یہ آیات تین طرح کی ہیں ، دس آیات جہاد سے متعلق ہیں ، چھ آیات غیر مسلموں سے تعلق و دوستی رکھنے نہ رکھنے اور ان کے دوستی کے لائق ہونے اور نہ ہونے سے متعلق ہیں ، اور آٹھ آیتیں غیر مسلموں پر عذاب سے متعلق ہیں ، ـــــ جن آیات کو زیادہ تر پروپیگنڈہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے ، وہ جہاد سے متعلق آیتیں ہیں ، اس لئے پہلے ان ہی آیات پر گفتگو کی جاتی ہے :

جہاد سے متعلق آیات :

۱ـ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ـ (النساء ۸۹)

وہ چاہتے ہیں کہ جیسے یہ لوگ کفر کر رہے ہیں تم بھی کفر کرو، تاکہ تم ایک جیسے ہوجاؤ ، تو تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ، جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کرجائیں ، اگر وہ اس کی خلاف ورزی کریں ، توانھیں جہاں کہیں پاؤ ، پکڑو اور قتل کرو اور ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ اس وقت اہل مکہ نے مسلمانوں کو بے حد اذیت پہنچائی تھی ، یہاں تک کہ وہ ان کے قتل کے درپے ہوگئے تو مسلمانوں کو مجبور ہوکر ترک وطن کرنا پڑا اورانھوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی ، پھر یہاں بھی مسلمانوں کا چین و سکون انھیں پسند نہیں آیا اور انھوں نے بار بار مدینہ پر اپنی یلغار جاری رکھی ، ظاہر ہے جو لوگ مسلمانوں کی جان کے درپے ہیں ، تو اپنی مدافعت کے طورپر وہاں مسلمانوں کو بھی اس بات کا پورا حق حاصل تھا کہ وہ ان کی زیادتیوں کا جواب دیں ، اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں سے تبدیلیٔ مذہب اور ارتداد سے کم کسی اور بات پر رضامند نہیں تھے ، جو ظاہر ہے کہ کھلا ہوا ظلم ہے۔

پھر اس سے اگلی آیات کو دیکھا جائے تو بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے، آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِلَّا الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡکُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُہُمۡ اَنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ اَوۡ یُقَاتِلُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَہُمۡ عَلَیۡکُمۡ فَلَقٰتَلُوۡکُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَ اَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا۔ (النساء ۹۰)

سوائے ایسے لوگوں کے جو ان سے جاملیں ، جن کے اور تمہارے درمیان عہد (معاہدہ ٔامن) ہو ، یا وہ تمہارے پاس اس طرح آئیں کہ نہ تم سے لڑنا چاہتے ہوں ، نہ اپنی قوم سے ، حالاں کہ اگر اللہ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کردیتے پھر وہ تم لوگوں سے جنگ کرتے ، تو اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں ، جنگ نہ کریں اور صلح پیش کریں ، تو اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔

دیکھئے ! اس آیت نے اس بات کو واضح کردیاکہ اس سے پہلی آیت میں قتال کا حکم ، ان لوگوں سے ہے ، جو مسلمانوں سے برسرجنگ ہوں ، جو غیر مسلم مسلمانوں کے حلیف ہوں ، یا مسلمانوں کے حلیف کسی غیر مسلم گروہ کے حلیف ہوں ، یا غیر جانبدار ہوں ، نہ مسلمانوں سے جنگ چاہتے ہوں اور نہ ان

info@khalidrahmani.com, www.khalidrahmani.com

لوگوں سے ، جولوگ مسلمانوں سے جنگ کی حالت میں ہوں ، تو ان تینوں طرح کے لوگوں سے مسلمانوں کے لئے قتال درست نہیں ؛ بلکہ قرآن نے صاف طریقہ پر مسلمانوں کو حکم دیاکہ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ صلح و امن کا راستہ اختیار کریں، مسلمانوں کو ضرور ہی ان کے اس رویہ کا جواب صلح اور امن سے دینا چاہیے اور کوئی زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔

دوسری آیت :

٢۔ یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ، اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ، وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ یَّغْلِبُوا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّہُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَہُوْنَ۔
(الانفال ٦٥)

اے نبی ا ! ایمان والوں کو قتال پر آمادہ کیجئے ، اگر تم میں سے بیس آدمی بھی ثابت قدم ہوں گے تو دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو ایک ہزار منکرین پر بھاری رہیں گے ، کیوں‌کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے ، بلکہ یہ پوری سورت ہی زیادہ تر غزوۂ بدر کے واقعات اور اس واقعہ سے متعلق شرعی احکام پر مشتمل ہے ، غزوۂ بدر ان حالات میں ہوئی کہ مسلمان ظلماً مکہ سے نکال دیئے گئے تھے ، بہت سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے قریب ترین اعزہ کو جبراً مکہ میں روک لیا گیا تھا ، اہل مکہ کے مقابلہ میں مسلمان تعداد میں کم تھے، اسلحہ اور دوسرے وسائل کے اعتبار سے بھی مکہ کے حملہ آوروں کا پلڑا بھاری تھا ، اس پس منظر میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ اپنی تعداد کی کمی پر نظر نہیں رکھیں، بلکہ اپنے مقصد پر نگاہ رکھیں ، کہ مکہ کے لوگ تو بِن سمجھے ، بوجھے محض اکسانے پر حملہ آور ہورہے ہیں اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنا ایک خاص مشن کے تحت ہے ، اس لئے اگر تم کم بھی ہوتو زیادہ لوگوں پر غالب آسکتے ہو ، ـــــ اب غور کیجئے ! کہ اس میں کن غیر مسلموں سے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے ، ان غیر مسلموں کے خلاف جو نہ تھمنے والے تلاطم کی طرح آگے بڑھ بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کررہے تھے اور ان کی جان و مال کے درپے تھے ، اگر مسلمانوں کی طرف سے پہل ہوتی ، تو یہ جنگ " بدر " کے

بجائے (جو مدینہ کے قریب واقع ہے) مکہ کے قریب ہوئی ہوتی ، تو کیا حملہ آوروں کے مقابلہ پر ابھارنا کوئی ناواجبی بات ہے ؟ اگر ہمارے ملک پر دشمن حملہ آور ہوں ، تو کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہوگا کہ ہم اہل وطن کو ان سے مقابلہ کی ترغیب دیں ، ظلم کرنا مذموم ہے ، یا ظلم کا جواب دینا ؟ یہ ایسی بات ہے جسے معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

تیسری آیت :

۳۔ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ، فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(التوبہ ۵)

جب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو تم ان مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ ، قتل کرو ، انھیں پکڑو ، گھیرو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو ، پھر اگر یہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں ، زکوٰۃ ادا کریں ، تو ان کا راستہ چھوڑ دو ، بے شک اللہ معاف کرنے والے مہربان ہیں۔

اس آیت کے مضمون ہی سے ظاہر ہے کہ یہ آیت ان اہل مکہ کے بارے میں ہے جو حرام مہینوں کا احترام کرتے تھے ، جو بہت سے مسلمانوں کے قاتل تھے ، بہت سے مہاجرین کے رشتہ داروں کو انھوں نے روک رکھا تھا ، جہاں کہیں کوئی مسلمان ان کے ہاتھ آجاتا تھا ، اسے گرفتار کرلیتے تھے اور اسے قتل کرکے یا قاتلوں کے ہاتھ بیچ کر ہی دم لیتے تھے ، اس سلسلہ میں حضرت خبیب ص کا واقعہ بہت مشہور ہے ، جنھیں گرفتار کرکے اہل مکہ کے ہاتھوں فروخت کیا گیا اور انھوں نے غزوۂ بدر میں ہلاک ہونے والے اپنے مورث کے بدلہ نہایت بے دردی اورسفاکی کے ساتھ انھیں شہید کردیا ، انھیں مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم ان سے ان کے مظالم کا بدلہ لے سکتے ہو۔

اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد جو آیتیں آرہی ہیں ، اگر انھیں پڑھ لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مشرکین کا ایک خاص گروہ مراد ہے نہ کہ تمام مشرکین ، چنانچہ آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے :

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ، اَتَخْشَوْنَهُمْ ، فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (التوبہ ۱۳)

کیا تم ایسے لوگوں سے قتال نہیں کروگے جنھوں نے اپنے عہد توڑ دیئے ، رسول کو جلاوطن کرنے کی ٹھان لی اور انھوں نے تمہارے مقابلہ میں خود ہی پہل کی ہے ، کیا تم لوگ ان سے ڈرتے ہو ، اللہ تعالیٰ زیادہ اس لائق ہیں کہ تم ان سے ڈرو ، اگر تم ایمان والے ہو۔

اس آیت نے بات صاف کردی کہ پہلے جن مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا ہے ، وہ لوگ وہ ہیں ، جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کی ، مسلمانوں کو وطن سے بے وطن کرنے پر کمربستہ رہے اور نقصان پہنچانے اور حملہ کرنے میں پہل کی ، چنانچہ علامہ آلوسی نے اوپر (آیت نمبر : ۵) میں جن مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، ان کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ اس سے یہی عہد شکنی کرنے والے مشرکین مراد ہیں " المراد من المشرکین الناکثون " (روح المعانی : ٦/ ٧٣) ـــ پھر سورۂ توبہ کی اس دوسری آیت (آیت نمبر :

۱۳) نے اس بات کو واضح کردیا کہ قرآن نے بطور جواب اور مدافعت کے مشرکین سے قتال کی بات کہی ہے ، کیوں کہ پہل ان ہی کی طرف سے تھی ، یہ آیت اور آگے آنے والی آیت بھی دراصل فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے ، مشرکین مکہ نے آیات کے نازل ہونے سے پہلے اولاً تومسلمانوں کو ان کے وطن مکہ سے نکالا ، پھر تین جنگیں ان پر مسلط کیں ، ہجرت کے پہلے سال غزوۂ بدر ، دوسرے سال غزوۂ اُحد اور پانچویں سال غزوۂ خندق ، غزوہ ٔخندق کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے بھی اُجاڑ دیا جائے ، پھر ہجرت کے چھٹے سال اہل مکہ ہی کی شرائط پر صلح حدیبیہ ہوئی اور ایک ڈیڑھ سال کے اندر انھوں نے اس صلح کی بھی دھجی اُڑادی ، اب بتایئے کہ ایسے لوگوں کے خلاف اگر مزاحمت کی دعوت نہ دی جائے تو کیا ان کے راستہ میں پھولوں کی سیج بچھانے کو کہا جائے گا ؟۔

چوتھی آیت :

٤۔ قَاتِلُوْہُمْ یُعَذِّبْہُمُ اللّٰہُ بِاَیْدِیْکُمْ وَیُخْزِہِمْ وَ یَنْصُرْکُمْ عَلَیْہِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (التوبہ ١٤)

ان سے قتل کرو ، اللہ تعالیٰ انھیں تمہارے ہاتھوں سے سزا دے گا ، رُسواکرے گا اور تمہاری ان کے مقابلہ میں مدد کرے گا اورمسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔

یہ سورۂ توبہ کی ١٤ویں آیت ہے جس سے پہلے ان مشرکین کا ذکر آیا ہے، جنھوں نے عہد شکنی کی تھی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پہل کے مرتکب ہوئے تھے ، انھیں کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے سزادے گا اور تمہاری مدد کرے گا اور اہل مکہ کی زیادتی کی وجہ سے تمھیں جو دُکھ پہنچا ہے ، کیوں‌کہ ظلم پر آدمی کا آزردہ خاطر ہونا ایک فطری چیز ہے ، تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابلہ میں تمہارے لئے تسکین خاطر کا سامان کرے گا ، ظاہر ہے کہ اس آیت میں ظالموں سے بدلہ لینے کا ذکر ہے ، جو عین مطابق انصاف ہے۔

مشہور مفسر امام مجاہد نے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا تعلق بنو بکر اور بنو خزاعہ کی لڑائی سے ہے، یہ دونوں ہی قبیلے مشرک تھے ، لیکن فرق یہ تھا کہ بنو بکر اہل مکہ کے حلیف تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے ، جب حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ناجنگ معاہدہ ہوا، تو اس معاہدہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ اہل مکہ اور مسلمانوں کے حلیف قبائل پر بھی اس کا اطلاق ہوگا اور وہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی زیادتی نہیں کریں گے ، لیکن ہوا یوں کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کردیا ، یہاں تک کہ حرم مکہ جہاں اسلام سے پہلے بھی لوگ اپنے جانی دشمنوں اوراعزہ ٔو اقرباء کے قاتلوں تک پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے ، بنو خزاعہ کے لوگوں کو تکلیف دی گئی اور بے دردی سے قتل کیا گیا اور اس عہد شکنی میں اہل مکہ بھی پوری طرح شریک و سہیم رہے ، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ، جس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ذریعہ تم ان بدعہدی کرنے والوں پر غالب ہوگے اور ان کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے فطری طورپر جو آتشِ انتقام تمہارے سینہ میں بھڑک رہی ہے ، اللہ اسے بجھائیں گے اور تمہارے دلوں کو ٹھنڈا کریں گے۔

(دیکھئے : تفسیر قرطبیؒ : ٨

/٨٧ _ ٨٦)

اب غور کیجئے ! کہ جن لوگوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہو اور خود ہی حملہ کرنے میں پہل بھی کی ہو ، کیا ان کے خلاف جوابی کاروائی کرنا ناانصافی کی بات ہے اور کیا قرآن کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ تم اپنا اور اپنے حلیفوں کا قتل عام دیکھتے رہو ، مگر ہاتھ پر ہاتھ دیئے بیٹھے رہو ، اپنی طرف سے کوئی جواب نہ دو ؟؟؟

پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن نے جو ظالموں کے مقابلہ خدا کی طرف سے مظلوموں کی مدد کی بات کہی ہے ، یہ کوئی نئ بات نہیں ہے ، بلکہ ہر مذہب میں حق اور سچائی پر قائم رہنے والوں کو اہل باطل اور ظالموں کے مقابلہ خداوندی فتح ونصرت کی خوشخبری سنائی گئی ہے ، مثلاً رگ وید میں خدا سے اس طرح دُعائیں کی جاتی ہیں :

1 اے روشن آگ ! تو جس پر متبرک تیل ڈالا جاتا ہے ، ہمارے دشمنوں کو جلادے ، جن کی حفاظت خبیث روحیں کرتی ہیں۔ (۱ : ۱۲ : ۵)

1 تو آریوں اور وسیوں کے درمیان امتیاز کر جو اَدھرمی ہیں ، ان کو سزا دے اور انھیں اس کے حوالہ کردے جس کی گھاس (دیوتاؤں کے نذرانے کے لئے) کٹی رکھی ہے۔(۱ : ۱۵ : ۸)

1 پس اے اندر ! ہم کو بڑھنے والی شوکت عطا کر ، ہم کو وہ قہر اورطاقت عطا کر جو قوموں کو مغلوب کرے ، ہمارے دولت مند سردھروں کو برقرار رکھ ، ہمارے راجاؤں کی حفاظت کر ، ہم کو دولت اور خوراک شریف اولاد کے ساتھ عنایت کر۔ (۱ : ۵٤ : ۱۱)

بائیل نے مشرکین کی نسبت سے جو لب و لہجہ اختیار کیا ، اسے ان اقتباسات میں دیکھا جاسکتا ہے :

بنی اسرائیل کو خطاب کر ! اور انھیں کہہ ! جب تم یرون سے پار ہوکر زمین کنعان میں داخل ہوتو تم ان سب کو جو اس زمین کے باشندے ہیں اپنے سامنے سے بھگاؤ ، ان کی مورتیں فنا کردو اور ان کے ڈھالے ہوئے بتوں کو توڑ دو اور ان کے سب اونچے مکانوں کو ڈھادو اور ان کو جو اس زمین کے بسنے والے ہیں خارج کردو اور وہاں آپ بسو ، کیوں کہ میں نے وہ سرزمین تم کو دی ہے کہ اس کے مالک بنو۔(٣٣ : ٥٠ ـ ٥٤)

اور جب کہ خداوند تیرا خدا انھیں تیرے حوالہ کردے تو تو انھیں ماریو اور حرم کیجو ، نہ تو کوئی ان سے عہد کیجو اور نہ ان پر رحم کریو ، تم ان کے مذبحوں کو ڈھادو اور ان کے بتوں کو ڈھادو ، ان گھنے باغوں کو کاٹ ڈالو اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلادو۔ (٧ : ٢ ـ ٥)

غرض کہ ظالموں کے مقابلہ مظلوموں کے ساتھ اللہ کی مدد کا ہونا اور ظلم کو روکنے کے لئے ظالموں کا پنجہ تھامنا ایک ایسی بات ہے جو تمام مذاہب کی مشترکہ تعلیم ہے ؛ کیوں کہ اگر خدا بھی ظالموں ہی کا طرفدار ہو تو پھر کون سا

ایوانِ انصاف ہوگا ، جہاں ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا ملے گی اور مظلوموں کی تسکین خاطر کا سامان ہوگا ؟

پانچویں آیت :

۵۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً ، وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔ (التوبہ ۱۲۳)

اے ایمان والو ! تمہارے آس پاس جو کفار ہیں ان سے جنگ کرو اور وہ لوگ تمہارے اندر سختی (مضبوطی) پائیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ان کافروں سے جنگ کے لئے کہا گیا ہے ، جو ان کے قرب و جوار میں تھے ، یعنی اہل مکہ اور ان کے حلیف ؛ کیوں کہ یہی مدینہ کے قریب کافروں کی آبادیاں تھیں اور اہل مکہ کا مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک تھا وہ ظاہر ہے ، اگر مطلقاً کافروں کو مارنے کا حکم ہوتا تو قریب و دور کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ، مدینہ ، یمن اور شام کے درمیان رہ گزر کا درجہ رکھتا تھا اور مختلف غیر مسلم قافلے مدینہ کے قرب و جوار سے گذرتے رہتے

تھے ، اگر یہ حکم مطلقاً ان سے متعلق ہوتا تو دور کے غیر مسلموں پر بھی حملہ کرنے کو کہا جاتا ، لیکن یہاں قرآن نے ایسا حکم نہیں دیا ، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا منشا ان مشرکین سے جنگ کرنا تھا ، جو بار بار مسلمانوں پر یلغار کرتے رہتے تھے ، نہ رشتہ کا پاس و لحاظ کرتے تھے ، نہ صلح اور معاہدہ کا لحاظ ، چنانچہ ابن زید نے یہی کہا ہے کہ اس سے مراد مشرکین عرب تھے ، " المراد بہٰذہ الآیۃ وقت نزولہا العرب " ۔(تفسیر قرطبیؒ : ٨ / ٢٩٧)

پھر اس آیت میں " غلظۃ " کا لفظ آیا ہے اس کے معنی سختی کے بھی آتے ہیں اور طاقت ومضبوطی کے بھی ، یہاں اصل میں یہی طاقت و مضبوطی کا معنی مراد ہے ، " أی شدۃً قوۃً وحمیۃً ' ، (حوالہ ٔسابق : ٢٨٩) ـــ پس مقصد یہ ہے کہ جو مشرکین تم سے برسر جنگ ہیں وہ تم کو طاقتور محسوس کریں ، مرعوب رہیں اور تم کو روند جانے کی جرأت نہ کریں ، ظاہر ہے کہ کسی بھی قوم کو یقینا دوسروں پر ظلم تو نہیں کرنا چاہئے ، لیکن اپنے آپ کو ایسا طاقتور ضرور رکھنا چاہئے کہ دوسرے اس کو لقمہ تر نہ سمجھ لیں ، یہ بالکل معقول اور قرین انصاف ہے ، مثلاً ہم اپنے دیش کے بارے میں یہ جذبہ رکھتے ہیں کہ ہم دوسروں پر

زیادتی تو نہیں کریں گے ، لیکن ہم اپنے آپ کو یقینا ایسا خود مکتفی بناکر رکھیں گے کہ کسی کو ہم پر بری نگاہ ڈالنے کی ہمت نہ ہو اور اگر ہم ایسا کہیں تو کیا یہ کوئی غلط بات ہوگی ؟۔

چھٹی آیت :

٦۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ، یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ، وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ، وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ، وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(التوبہ ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جان و مال اس کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے ، وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں ، تو قتل کرتے بھی ہیں اور قتل کئے بھی جاتے ہیں۔

اس آیت میں یہی بات تو کہی گئی ہے کہ جو مسلمان ظالموں کے خلاف سر ہتھیلی پر لے کر نکل آئیں اور اس راہ میں اپنی جان و مال کی بھی فکر نہ کریں ، ان کو اللہ جنت سے نوازیں گے۔

قرآن مجید کے اس ارشاد میں کون سی بات خلافِ انصاف ہے ؟ کیا ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں اپنے دیش کی حفاظت میں سردھڑ کی بازی لگا دینی چاہئے ، ہندو مذہب کی تاریخ میں گیتا نے جس جنگ کی تفصیل بیان کی ہے یعنی کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ ، اس میں کرشن جی ارجن کو یہی صلاح دیتے ہیں کہ وہ اسے حق و باطل کی جنگ سمجھ کر کوروؤں کے خلاف صف آراء ہوں اور اس پر پانڈوؤں کے بادشاہ ارجن سے خدا کی مدد کا وعدہ کرتے ہیں۔

ہندو مذہب میں منوجی کی ہدایات کی خاص اہمیت ہے ، ان کا بیان ہے :

روئے زمین کے جو حکمراں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی خواہش سے اپنی تمام قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور کبھی منہ نہیں موڑتے، وہ مرنے کے بعد سیدھے بہشت کی طرف جاتے ہیں۔ (۸۹ : ۷)

دیکھا آپ نے ! قرآن نے تو اللہ کے راستے میں جوابی جنگ پر جنت کا وعدہ کیا ہے ؛ لیکن منوجی محض دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے اور ملک گیری کی غرض سے جنگ کرنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری سناتے ہیں ، قرآن کے اس ارشاد پر تو داد دینی چاہئے کہ اس نے ظالموں کے مقابلہ خود سپردگی کے بجائے آخری حد تک جرأت وحوصلہ سے کام لینے کی تلقین کی ہے ، کہ اگر مظلوموں میں یہ حوصلہ و ہمت اور جوش وجذبہ نہ ہوتو ظالموں کا پنجۂ استبداد سخت سے سخت تر ہوتا چلا جائے گا اور دنیا فساد کی آماجگاہ بن جائے گی۔

ساتویں آیت :

7۔ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ، اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا۔

(الاحزاب ٦١)

پھٹکارے ہوئے ، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑ لئے جائیں گے اور ضرور قتل کردیئے جائیں گے۔

یہ بھی ان آیتوں میں سے ایک ہے ، جن کو وی ۔ ایچ ۔ پی نے قرآن مجید اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کا عنوان بنایا ہے ، اس آیت کا اصل منشا کیا ہے ؟ اس کو سمجھنے کے لئے اس سے پہلی اور بعد کی آیت کے ساتھ اس کا ترجمہ دیکھنا چاہئے ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ (الاحزاب ٦٠)

منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے ، اور جو لوگ مدینہ میں افواہ اُڑاتے ہیں ، اگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ہم ان کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے تمہیں اُٹھائیں گے ، پھر وہ اس شہر میں آپ کے ساتھ کچھ ہی دنوں رہ سکیں گے۔

مَّلۡعُوۡنِیۡنَ ، اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا۔(الاحزاب ٦١)

ایسے لوگوں پر پھٹکار ہے ، یہ جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔

سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً۔

(الاحزاب ٦٢)

ان سے پہلے مجرمین کے لئے بھی اللہ کا یہی دستور رہا اور تم اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤگے۔

یہ آیات بلکہ تقریباً یہ پوری سورت بنیادی طورپر سن پانچ ہجری کے واقعات ، غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنوقریظہ سے متعلق ہے ، غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کے پڑوسیوں نے ان کے ساتھ ناقابل عفو دغا سے کام لیا تھا ، مسلمانوں کا یہودیوں سے معاہدہ تھا کہ مدینہ پر جب بھی کوئی حملہ ہوگا تو ہم لوگ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے ، صورتِ حال یہ تھی کہ اہل مکہ نے اس جنگ میں بلاکسی اشتعال اور سبب کے نہ صرف خود حملہ کیا ، بلکہ اپنے دوسرے حلیف قبائل کو بھی لے کر مدینہ پر چڑھ دوڑے ، افرادی وسائل اور اسلحہ کے اعتبار سے مظلوم مسلمانوں اور حملہ آوروں کے درمیان اتنا فرق تھا کہ مسلمان جنگی تدبیر کے طورپر خندقیں کھودنے پر مجبور ہوگئے ، اس موقع سے یہود

مسلمانوں کی مدد تو کیا کرتے اور حسب معاہدہ مدینہ کی حفاظت میں کیا حصہ لیتے کہ وہ غیر جانبدار بھی نہ رہ سکے ، اور ان مشرکین کے ساتھ ہولئے ، اس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ وہ تھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ، لیکن ان کی ساری ہمدردیاں مسلمانوں کے دشمنوں سے تھیں ، ان حالات میں مسلمانوں کی سب سے بڑی طاقت ان کا ایمان و یقین اور حوصلہ وہمت ہی تھی ، یہ طرح طرح کی افواہیں اُڑاکر مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کرنا چاہتے تھے ، تاکہ ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں اور یہ نفسیاتی طورپر بھی کمزور ہوجائیں ، یہی دونوں طبقے ہیں ، جن کو منافقین سے تعبیر کیاگیا ہے ، یہ مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے درپے بھی ہوتے تھے اورشریف مسلمان خواتین کے بارے میں طرح طرح کی افواہیں اُڑایا کرتے تھے ، ایسی افواہوں سے انسان نفسیاتی اُلجھن میں مبتلا ہوجاتا ہے ۔

ان ہی گروہوں کے بارے میں قرآن مجید نے کہا ہے کہ ان کا پڑوس اور ایسے بغلی دشمنوں کو اپنے ساتھ رکھنا مناسب نہیں ہے ، کیوںکہ دوست نما دشمن انسان کے لئے زیادہ خطرناک ہوتا ہے ، ـــــ کوئی صاحب ِانصاف دیکھے کہ جو

لوگ بظاہر کسی قوم کے ساتھ رہ کر ، یا کسی ملک کے شہری بن کر اسی قوم و ملک کے خلاف سازشیں کرتے ہیں ، ان کے دشمنوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں اور برے وقتوں میں سارے عہد و پیمان کو فراموش کرکے دشمنوں کے دوش بدوش کھڑے ہوجاتے ہیں ، ایسے لوگوں کی سزا قتل اور پھانسی کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے ؟؟

پھر قرآن مجید نے ان پر پھٹکار بھیجتے ہوئے مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ ان پر ہلہ بول دیں ، حالاں کہ اگر قرآن نے ایسا کہا ہوتا تو بے جا نہیں ہوتا ، لیکن یہاں حکم دینے کے بجائے صرف پیشین گوئی کی گئی ہے اور بار بار بے وفائی کرنے والوں کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہوئے انتباہ دیا گیا ہے ، کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیں تو ان کا انجام دنیا میں بھی ہلاکت و بربادی ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ کی یہی سنت رہی ہے ، یہ تحمل و بردباری قابل لحاظ ہے ، اگر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہوتا کہ تم کوئی مہلت دیئے بغیر ان بغلی دشمنوں کا قلع قمع کردو تب بھی یہ کوئی خلافِ انصاف بات نہیں ہوتی ، لیکن ایسی بدعہدیوں اور جفا شعاریوں کے باوجود سنبھلنے کا مزید موقع دیا جاتا ہے اور

مسلمانوں کو قتال کا حکم دینے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی سنت بیان کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے ، وی ۔ اچ ۔ پی کے لوگ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ہم لوگ اس ملک کے شہری ہیں اور اس زمین سے محبت رکھتے ہیں ، اگر اس ملک میں رہنے والے اور اس سے ہر طرح کا فائدہ اُٹھانے والے دشمن ملکوں کے ساتھ مل کر ملک کے خلاف سازشیں تیار کریں ، جاسوسی کریں اور دشمنوں کے ساتھ جاملیں تو آخر ان کی کیا سزا ہوگی ؟ کیا انھیں گرفتار کرنا یا انھیں سزائے موت دینا خلافِ انصاف امر ہوگا ؟ اور کیا آج دنیا کے مہذب قوانین میں ایسے شخص کے لئے بعینہ یہی سزا نہیں رکھی گئی ہے ؟۔

کیا بہتر ہوکہ جناب اشوک سنگھل صاحب ان کلمات کو دیکھیں جو ہندو مذہبی کتابوں میں مخالفین اور دشمنوں کے بارے میں ہیں ، بطور نمونہ اتھروید کے چند منتر یہاں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں :

1　روِرا تمہاری گردنیں توڑ دے اے پشاچو ! اور تمہاری پسلیاں چور چور کردے ، اے یاتو دھانو ! یہاں ہم شان کے ساتھ رہیں ، اے متراواردنا ! تو

حریص راکششوں کو مار بھگا، ان کو کوئی جائے پناہ اور کوئی اطمینان کی جگہ نہ ملے ، بلکہ وہ سب چرپھٹ کر اکٹھے موت کے منہ میں چلے جائیں۔(٦ : ٣٢ : ٢)

1 ہمارے یہ دشمن بے ہاتھ کے ہوجائیں ، ہم ان کے سست بازؤوں کو بے کار کردیں اور اس طرح اے اندر ! ہم ان کی ساری دولت آپس میں بانٹ لیں ۔(٦ : ٦٦ : ٣)

1 یا تو دھانوں کے دلوں کو تیر سے چھید ڈال اور ان کے بازؤوں کو جو تجھ پر حملہ کرنے کے لئے اُٹھیں ، توڑ دے ، ان شیطانوں کے سامنے بھڑک کر اے اگنی ! انھیں مار گرا ، مردار خور چتکبرے گِدھ اُسے کھائیں ، اس پلید کو آدمیوں میں سے آدم خور کی طرح تاک کر اس کے تینوں اوپر کے اعضاء کو توڑ ڈال ، اپنے شعلوں سے اس کی پسلیوں کو کچل دے ، اے اگنی ! اس کے نیچے کے اعضاء کو تین ٹکڑے کردے۔(٨ : ٣ : ٦ ـ ٧ ـ ١٠)

1 اندر اور سوما ! تو خبیث دشمن کو جلادے ، تباہ کردے، اے دیوتا ! آ ، جو رنج پہنچاتے ہیں ، انھیں نیچا دکھا ، ان احمقوں کو نیست و نابود کردے ، جلا ڈال ، ذبح کردے ، ہمارے پاس سے دفع کر اور ان بندۂ شکم راکششوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ (۳ : ٤ : ۱، رگ وید : ۱ : ۸۷ : ۵ : ۱)

یہ محض بطور نمونہ چند مثالیں دی گئی ہیں ، ورنہ دنیا میں جتنے مذاہب موجود ہیں ، ان کے صحیفے ـــ اس سے قطع نظر کہ وہ تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہوں ، یا تحریف کا شکار ہوچکے ہوں ـــ دشمنان حق سے جہاد کی ترغیب کی تعلیمات سے بھرے پڑے ہیں ، لیکن قرآن مجید کا منشا بہر حال یہ نہیں ہے کہ جو غیر مسلم سامنے آئے مسلمان اُسے تہہ تیغ کردے ، بلکہ ان آیات میں وہ غیر مسلم مراد ہیں جو مسلمانوں سے برسرپیکار اور ان کو نیست و نابود کردینے کے درپے تھے۔

آٹھویں آیت :

۸۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ، وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ، وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (التحریم ۹)

اے نبی ا ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے ، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور انتہائی بدترین ٹھکانہ ہے۔

ان آیات کا پس منظر بھی وہی ہے ، جس کا پہلے بار بار ذکر آیا ، دراصل اسلام میں غیر مسلموں کے تین گروہ کئے گئے ہیں ، ایک وہ غیر مسلم جو مسلم ممالک میں ہوں ، دوسرے وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ساتھ " بقائے باہم "کے معاہدہ کے تحت رہتے ہوں جیساکہ آج کے جمہوری ممالک ہیں ، پہلے گروہ کو " ذمی " اور دوسرے کو " معاہد " کہتے ہیں ، ان دونوں کی جان ومال کو کسی بھی طرح کا نقصان پہنچانا ناجائز اور سخت گناہ ہے ، تیسرے قسم کے وہ غیر مسلم ہیں جومسلمانوں سے برسر جنگ ہوں ، ان سے قتال کا حکم ہے اور یہ آیات انھیں کے سلسلہ میں ہے ـــ اور یہ ایک فطری بات ہے کہ جب آپ پر کوئی شخص حملہ کرے تو آپ اپنی مدافعت کریں ، تمام مذاہب اور قوانین میں انسان کو

اپنی مدافعت اورحملہ آوروں کے خلاف اقدام کی اجازت دی گئی ہے ، جہاں تک ایسے ظالموں سے جنگ کی ترغیب دینے کی بات ہے تو یہ ــــ جیساکہ عرض کیا گیا ــــ تمام ہی مذاہب میں موجود ہے۔

کرشن جی کا ہندو مذہب میں جو اہم مقام ہے عامی سے عامی ہندو بھی اس سے واقف ہے ، لیکن ارجن ــــ جو کوروؤں سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا ، ــــ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے انھوں نے کیسی کیسی ترغیب دی ، دنیا اور آخرت کی فلاح دکھائی اور حیات و موت کے فلسفے بیان کئے ، گیتا ان رزمیہ مضامین سے پُر ہے۔

مثلاً کرشن جی ارجن سے فرماتے ہیں :

ہے ارجن ! یہ جنگ ایک سورگ کا دروازہ ہے ، جو تیرے لئے خود بخود کھل گیا ہے ، ایسا موقع خوش قسمت کشتریوں ہی کو ملا کرتا ہے ، لہٰذا اگر تو اپنے دھرم کی پیروی میں یہ جنگ نہ کرے گا تو اپنے دھرم اورشہرت کو برباد کرکے پاپ جمع کرے گا ، بلکہ سب لوگ تیری کبھی نہ ختم ہونے والی مذمت کے گیت

گاتے رہیں گے ، یہ مذمت و بدنامی انسان کے لئے موت سے بدتر ہے۔

(٢ : ٣٢ ـ ٣٤)

غور کیجئے ! کہ قرآن نے تو حملہ آوروں کی مدافعت کی ترغیب دی ہے ، لیکن کرشن جی ارجن کو اقدامی حملہ کی ترغیب دیتے ہیں اور کرشن جی کے دوسرے مواعظ جو گیتا میں مذکور ہیں ، ان سے یہ بات جھلکتی ہے کہ اس کا مقصد اصل میں کشور کشائی ، غلبہ و عزت اور ملک و مال کا حصول تھا نہ کہ ظالم کے ظلم کا سدباب ، ـــــ تو ایک طرف اس بے مقصد جنگ کی ترغیب کو تو برا نہیں سمجھا جائے اور دوسری طرف جارح کے خلاف اقدام کو بھی زیادتی سمجھا جائے ، یہ کس قدر خلافِ انصاف بات ہے ؟

مالِ غنیمت سے متعلق دو آیتیں :

٩ـ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّباً ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(الانفال ٦٩)

جو مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے ، اسے پاکیزہ اورحلال سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو ، بے شک اللہ معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

۱۰۔ وَعَدَكُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ، وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً۔　(الفتح ۲۰)

اللہ نے تم سے بہت سارے مالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے ، جسے تم پاؤگے۔

دونوں آیتوں میں مالِ غنیمت کا ذکر ہے ، اس کا ترجمہ وی ۔ ایچ ۔ پی کے پمفلٹ میں "لوٹ کے مال " سے کیا گیا ہے اور یہ تصور دیا گیا ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کا جو بھی مال لوٹ لیں وہ ان کے لئے جائز اور حلال ہے ، جیساکہ بار بار واضح کیا جاچکا ہے ، کہ یہ محض ایک پروپیگنڈہ ہے ، یہ آیات ہر غیر مسلم سے متعلق نہیں ہیں ، بلکہ ان لوگوں سے متعلق ہیں ، جو مسلمانوں سے برسر جنگ ہوں ، کہ اگر مسلمان ان پر فتح پائیں اور جنگجو حضرات قید کرلئے جائیں ، تو ان کے مال کا کیا حکم ہوگا ؟ اس سلسلہ میں اُصول یہ بیان کیا گیا کہ وہ مال غنیمت ہوگا۔

عربی زبان میں مشقت کے بغیر کسی چیز کے حاصل ہونے کو غُنم (" غ " پر پیش یا زبر) کہتے ہیں (القاموس المحیط : ۱٤٧٦) ، چوں کہ جنگ کے حاصل ہونے والے مال میں تجارت یا زراعت کی مشقت نہیں اُٹھائی جاتی ، اس لئے اس کو مالِ غنیمت کہتے ہیں ، غنیمت کا ترجمہ "لوٹ کے مال " سے قطعاً درست نہیں ، لوٹ تو ایک غیر قانونی طریقہ ہے ، اسلام میں یہ حکم ہے کہ جب کوئی قوم مسلمانوں سے برسر جنگ ہو اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو تو جہاں تک ممکن ہو ، باغات اور کھیتیوں کو تاخت و تاراج نہ کیا جائے ، مکانات منہدم نہ کئے جائیں ، اپنے طورپر شکست خوردہ لوگوں کا مال لے کر استعمال نہیں کیا جائے ، ایک غزوہ کے موقع سے فوجیوں نے کچھ بکریاں لوٹ لیں اور ذبح کرکے پکانے لگے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت خفگی ظاہر فرمائی اور دیگیں الٹوادیں ، مال غنیمت کے سلسلہ میں اُصول یہ ہے کہ مفتوحین کے مال حکومت کے پاس جمع کئے جائیں ، اس میں سے پانچواں حصہ حکومت کے خزانہ میں محفوظ کردیا جائے گا اور اُسے رعایا کی بھلائی کے لئے خرچ کیا جائے گا ، یہ رقم مسلمان رعایا پر بھی خرچ ہوگی اور غیر مسلم رعایا پر بھی ، اس زمانہ میں فوجیوں کے لئے کوئی

الگ تنخواہ نہیں ہوا کرتی تھی اور انھیں میں جنگ میں حاصل ہونے والے مال کے بقیہ چار حصے تقسیم کردیئے جاتے تھے ، بعض صورتوں میں حکومت اپنے اختیارِ تمیزی اور عوامی مصلحت سے کسی مال کو روک بھی سکتی ہے ، جیساکہ حضرت عمرؓ نے عراق کی مفتوحہ اراضی مجاہدین کے درمیان تقسیم نہیں فرمائی ؛ بلکہ بیت المال کی ملکیت میں باقی رکھا ، بہرحال تقسیم کے بعد جو مال جس کے حصہ میں پڑے گا وہ اس کا مالک سمجھا جائے گا، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مالِ غنیمت ہر غیر مسلم کے مال کو نہیں کہیں گے ، بلکہ دشمن ملک سے حاصل شدہ مال کو مالِ غنیمت کہا جائے گااور ایسا بھی نہ ہوگا کہ جس کے ہاتھ جو آئے وہ اس پر قابض ہوجائے ، بلکہ قانونی طریقہ پر ہی کوئی شخص اس مال کا مالک ہوسکتا ہے۔

اب اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مالِ غنیمت کا تصور دنیا کے تمام نظام ہائے قوانین اور مذاہب میں رہا ہے ، اسلام سے پہلے عرب کے قریب ایرانیوں اوررومیوں کی حکومت تھی ، ایرانیوں کے یہاں بھی یہ اُصول تھا کہ وہ مفتوحین کے مال پر قبضہ کرلیتے تھے ، رومی تورات کے قانون کو

مانتے تھے ، یہودی بھی اسی قانون پر عقیدہ رکھتے ہیں ، اب دیکھئے کہ بائبل میں مالِ غنیمت کی بابت کیا کہا گیا ہے ؟۔

اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کردیوے ، تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر، مگر عورتوں اورلڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو ، اس کی ساری لوٹ اپنے لئے لے اور تو اپنے دشمن کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے ، کھائیو۔ (استثناء : ۲۰ : ۱۲ ـ ١٤)

توراۃ میں جابجا مفتوحین کو لوٹنے کا ذکر ہے ، یہاں ان سب کا تذکرہ درازیٔ کلام کا باعث ہوگا ، لیکن اس سلسلہ میں خاص طورپر " گنتی " اور " استثنایٔ" نامی صحائف کو پڑھا جاسکتا ہے۔

اب خود ہمارے ہندو بھائی ایک نظر اپنی مذہبی کتابوں پر ڈالیں۔رگ وید میں ہے :

اے اگنی ! تیرے مال دار پجاری خوراک حاصل کریں اوراُمراء بڑی عمریں پائیں ، ہم اپنے دشمنوں سے لڑائی میں مالِ غنیمت حاصل کریں اور دیوتاؤں کو ان کا حصہ نذر کریں ، اے اگنی ! ہم تیری مدد سے گھوڑوں کے ذریعہ گھوڑے ، آدمیوں کے ذریعہ آدمی اور بہادروں کے ذریعہ بہادر فتح کریں۔　(۱ : ۷۴ : ۵ـ۹)

یجروید میں ہے :

یہ اگنی ہم کو وسیع مکان اور آرام و آسائش بخشے اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے آگے مارتی بھگاتی چلے ، وہ مالِ غنیمت حاصل کرے ، جنگ میں مالِ غنیمت لوٹے ، وہ اپنی فاتحانہ پیش قدمی میں دشمنوں کو زیر کرے۔　(۸ : ۴۴)

سام وید میں ہے :

اے چابک دست بہادرو ! کنوا کے بیٹوں کے ساتھ بے دھڑک ہوکر ہزار درہزار مالِ غنیمت لوٹ ، اے سرگرم کار مگھون ! پرُشوق دُعاؤں کے ساتھ زرد رنگ

کے مال اور گایوں کے ایک بڑے گلے کی تمنا کرتے ہیں۔(۲ : ۲ : ۱۲ : ۳)

اتھرّوید میں کہا گیا ہے :

دشمن خالی ہاتھ ہوجائے ، ہم ان کے اعضاء کو مفلوج کردیں اور اس طرح اے ذوالجلال سپہ سالار اندر ! ہم ان کی ساری دولت آپس میں سینکڑوں طرح سے بانٹ لیں۔(٦ : ٦٦ : ۳)

پنڈت کشیم کرن داس ترویدی جی نے اس اشلوک کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے :

فاتح بہادر دشمنوں کو فتح کرکے سپہ سالار کی ہدایت کے مطابق حکومت کا حصہ نکال کر ان کے مال و دولت کو تقسیم کرلیں۔

(قرآن مجید پر اعتراضات ، ص : ۱۷، بحوالہ ہندی ترجمہ کشیم کرن داس)

اتھرّوید میں ایک اور اشلوک اس طرح ہے :

اے سپہ سالار ! اپنے بہادروں میں طاقتور شخص کو زرہ پہنادے اور دشمنوں میں ہرن کی طرح بزدلی پیدا کردے ، دشمن الٹے منہ چلا جائے ، زمین ہماری طرف آجائے۔(٦ : ٦٧ : ٣)

منوسمرتی ہندو مذہب میں قانون کی کتاب کے درجہ میں ہے اور اسی قانون پر ہندو سماج اور نظام حکومت کی اساس ہے ، منو جی فرماتے ہیں :

رتھ ، گھوڑے ، ہاتھی ، چھتر ، مال و دولت ، جانور ، عورت ، گڑ ، نمک ، مادی چیزیں ، تانبا ، پیتل وغیرہ چیزیں ان ہیں‌جس چیز کو جو جیت کر لاتا ہے ، وہ اسی کا ہوتا ہے۔(منو سمرتی : ٧ : ٩٥ ـ ٩٦)

آج بھی جب کوئی ملک دوسرے ملک پر فتح یاب ہوتا ہے تو مفتوح علاقوں میں جو چیز فاتحین کو ہاتھ آتی ہے ، وہ اسے اپنی صواب دید سے تقسیم کرتے یا استعمال کرتے ہیں ، لیکن اسلام میں یہ ضروری نہیں کہ لامحالہ مفتوحین کے مال پر قبضہ کرہی لیا جائے ، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مسلم حکومت ان چیزوں کو

مفتوحین کی ملکیت میں رہنے دیں ، جیساکہ رسول اللہ ؐ نے یہودیوں کے ساتھ غزوۂ خیبر کے موقع پر کیا تھا۔

جزیہ :

١١۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ۔ (التوبہ ٢٩)

جو کتاب والے اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ، اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں ٹھہراتے ہیں اوردین حق کو اختیار نہیں کرتے ہیں ، ان سے جنگ کرو ، یہاں تک کہ وہ رعیت بن کر جزیہ دینے لگیں۔

اس میں وی ۔ ایچ ۔ پی والوں نے " حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ " کا ترجمہ کیا ہے : " ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دینے لگیں " ، حالاں کہ یہاں " صَاغِرُوْنَ " سے مراد فاتحین کے اقتدار کو تسلیم کرنا ہے ، یعنی مفتوح فاتح کے مقابلے اپنے رعایا ہونے کی حیثیت کا اعتراف

کرے ، جیساکہ آج بھی ہتھیار ڈالنے والے ممالک اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہیں ، اس کا مقصد تحقیر و تذلیل نہیں ہے ، جیساکہ وی ۔ ایچ ۔ پی کے پروپیگنڈہ باز ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

جزیہ سے مراد وہ خصوصی ٹیکس ہے ،جو اسلامی حکومت غیر مسلم رعایا سے ان کی جان ومال کی حفاظت کے طورپر وصول کرتی ہے ، صورتِ حال یہ ہے کہ مسلمانوں پر زکٰوۃ واجب ہے ، جسے حکومت وصول کرتی ہے ، اگر غیر مسلموں پر بھی زکٰوۃواجب قرار دی جاتی تو یہ انھیں ایک اسلامی عمل پر مجبور کرنے کے مترادف اور مذہبی آزادی کے مغائر ہوتا۔اس لئے ان پر ایک جداگانہ ٹیکس " جزیہ " کے نام سے لگایا گیا ، جو ان کی جان و مال کے حفاظتی نظام کا معاوضہ ہے ، یہ ان کے حالت کفر ہیں‌ہونے کا تاوان نہیں ، اگر ایسا ہوتا تو عورتوں ، بچوں ، بوڑھوں ، بیماروں ، معذوروں ، بے روزگاروں اور مذہبی طبقہ یعنی پادری ، پنڈت وغیرہ سبھوں پر واجب قرار دیا جاتا، لیکن ان حضرات کو جزیہ سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے ، اس لئے اس کی حیثیت محض ایک ٹیکس کی ہے ، نہ کہ تاوان کی۔

پھر اس جزیہ کی مقدار بھی کس قدر معمولی ہے ؟ کم آمدنی والوں کے لئے سالانہ ۱۲ درہم ، متوسط آمدنی والوں کے لئے سالانہ ۲٤ اور زیادہ آمدنی والوں کے لئے ٤۸ درہم ـــ ۱۲ درہم ۳ تولہ سے کچھ کم چاندی ہوتی ہے ، موجودہ نرخ کے لحاظ سے ۱۲ درہم ۲۷۵ روپیہ سے کچھ کم وبیش ہے ، آپ حضرات خود غور کریں کہ اگر کوئی مملکت کسی شہری کی حفاظت اور سیکورٹی پر سال بھر میں اتنا حقیر معاوضہ وصول کرے تو کیا یہ زیادتی ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہماری حکومت اتنے پیسے لے کر باشندگان ملک کی حفاظت کا انتظام کردے اور ان کے تحفظ کی ضمانت قبول کرے تو ہم شکر گذار ہوں گے ، یہ ہے اس جزیہ کی حقیقت ، جس کو لے کر معاند ین نے ایک طوفان کھڑا کیا ہوا ہے اور اس کو اسلام کے خلاف ظلم و زیادتی ، تشدد اور نارواداری کا عنوان دیا گیا ہے۔

مشرکین ناپاک ہیں ؟

۱۲۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا ، وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اِنْ شَآءَ ، اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔

(التوبہ ۲۸)

اے ایمان والو ! شرک کرنے والے (مورتی پوجک) لوگ ناپاک ہیں۔

اس آیت کے سلسلہ میں چند نکات ملحوظ رکھے جانے چاہئیں :

۱) یہاں مشرک سے صرف بت پرست (مورتی پوجک) مراد نہیں ہیں ـــ جیساکہ وی ۔ ایچ ۔ پی والوں نے آیت کا ترجمہ کیا ہے ، ـــ بلکہ وہ تمام لوگ اس میں شامل ہیں جو خدا کی ذات اور اس کی مخصوص صفات و اختیارات میں دوسروں کو شریک ٹھہرائیں ، خواہ وہ بت کا پرستار ہو، یا کسی پیغمبر کو خدا کا درجہ دیتا ہو ، یا اللہ کے کسی نیک بندہ کو خدا کی قدرت و اختیار میں ساجھے دار سمجھتا ہو ، جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ، لیکن انھوں نے خدا نخواستہ غیراللہ کو خدا کا درجہ دے رکھا ہو اور رسول اور اولیاء کی ذات میں وہ اختیارات مانتے ہوں ، جو اللہ تعالٰی کے لئے مخصوص ہیں ، تو وہ بھی مشرک کا مصداق ہیں ۔

٢) مشرکین کو ناپاک کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کا جسم ناپاک ہے ، ان کے کپڑے ناپاک ہیں ، یا ان کا جوٹھا ناپاک ہے ، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی مہمان نوازی کی ہے ، خود ان کی دعوت قبول فرمائی ہے ، مسجد نبوی میں ان کو ٹھہرایا ہے ، اپنے بستر پر انھیں بٹھایا اور سلایا ہے ، اگر انھیں جسمانی اعتبار سے ناپاک سمجھا جاتا تو کس طرح آپ ا ایسا عمل فرماتے ، اس لئے یہاں عقیدے اور فکر کی ناپاکی مراد ہے ، یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ کسی شخص کے بارے میں کہتے ہیں، کہ وہ ناپاک عزائم رکھتا ہے ، یا آپ کہتے ہیں کہ فلاں دہشت گردوں کے ناپاک منصوبے ناکام کردئے گئے ، یہاں ناپاکی سے عمل اور سوچ کے غلط اور مبنی بر خطاء ہونے کا اظہار مقصود ہے ، گویا اس آیت میں شرک کے نہایت غلط اور خلاف واقعہ عمل ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

٣) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات اور شرک کی نفی صرف اسلام ہی نے نہیں کی ہے ، بلکہ یہ تمام ہی مذاہب کی اصل تعلیمات ہیں ، بائبل میں جگہ جگہ شرک کی مذمت آئی ہے اور ہمارے عیسائی بھائی جو آج

تین کے مجموعہ کو خدا مانتے ہیں ، ان کے پاس اپنے اس دعویٰ کے لئے بائبل کا کوئی صریح فقرہ موجود نہیں ہے ؛ اس لئے وہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ تین مل کر ایک ہی ہیں ، ہندو مذہبی کتابوں میں بھی خدا کے بارے میں بہ تاکید وحدانیت کا ذکر ہے ، شرک کی نفی ہے ، کہا گیا ہے کہ خدا جسم والا نہیں ہے ، وہ تنہا پورے عالم کا احاطہ کئے ہوئے ہے ، اس سلسلہ میں پنڈت دیانندجی سرسوتی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب " سیتا رتھ پرکاش " میں بت پرستی کی تردید میں ہندو مذہبی کتابوں کے جو حوالے نقل کئے ہیں ، وہ بہت ہی چشم کشا ہیں اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل ہندو مذہب توحید ہے نہ کہ شرک ، اسی کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے ویدوں کے چند حوالے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں :

1 وہ محیط ، پاک اور جسم سے خالی ہے۔(یجروید : ٤ : ٨)

1 میں افضل ترین قوت و نعمت کا منبع سورج کی طرح تمام عالم کو منور کرتا ہوں ، میں نہ کبھی مغلوب ہوتا ہوں اور نہ مرتا ہوں ، یہ تمام عالم جو نعمتوں کا مخزن ہے ، اس کا خالق میں ہوں ، تم مجھے ہی اس دنیا کا خالق اور مبتداء سمجھو ، اے

اہل علم ! تم نعمت و حشمت کے حصول کے لئے کوشاں رہ کر علم وغیرہ نعمتوں کے لئے مجھ ہی سے التجاء کرو ، میری رفاقت سے کبھی روگرداں نہ ہو۔

(رگ وید : ۵ : ٤۸ : ۱۰)

رگ وید ہی کے یہ ارشادات کس قدر بصیرت مندانہ اور عقیدۂ توحید کے بارے میں واضح ہیں :

1 اے بنی نوع انسان ! میری حقیقی حمد و ثناء راست گوئی ہے ، ایسی حمد کرنے والے انسان کو میں ازلی علوم وغیرہ نعمتیں عطا کرتا ہوں ...... اس عالم میں جو اشیاء موجود ہیں ، ان کا خالق اور قیوم میں ہوں ، اس لئے تم مجھے چھوڑکر کسی او رکی عبادت مت کرو اور نہ کسی کو میری جگہ معبود مانو اور جانو۔

(اتھر وید : ۱ : ٤۹ : ۱)

پنڈت سرسوتی جی نے کینو پنشد (۱ : ٦) کے حوالے سے اللہ کی صفات کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے :

جسے آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا ، بلکہ آنکھ جس کی قدرت سے دیکھنے کے قابل ہوتی ہے ، اسے ہی تم خدا سمجھو ، آنکھ سے دکھلائی جانے والی جن چیزوں کی لوگ عبادت کرتے ہیں ، وہ خدا نہیں ہیں۔

ہندو مذہب کی اہم معتبر کتابوں کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کو ایک ماننا اوراس میں کسی اور کو شریک نہیں ٹھہرانا یہی اصل ہندو دھرم ہے ، تو مشرکوں کو ناپاک کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے آپ کو ہندو کہے اور اصل مذہب پر عمل نہ کرے ، جو اپنے آپ کو یہودی کہے اوراصل یہودی مذہب پر عمل نہ کرے ، جو اپنے آپ کو عیسائی کہے اور حضرت عیسیٰ کی اصل تعلیمات پر عمل نہ کرے ، جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اور اس کا عقیدہ اسلامی تعلیمات کے مطابق نہ ہو ، وہ اپنے خیال و عقیدہ کے اعتبار سے ناپاک ہیں۔

٤) جولوگ کسی دھرم کا نام لیتے ہوں اور اس کی اصل تعلیم پر عمل نہ کرتے ہوں ، ان کو ہر مذہب ہیںعقیدہ کے بگاڑ کے اعتبار سے خراب نام دیئے گئے ہیں ، جن لوگوں نے بائبل کا مطالعہ کیا ہے ، وہ اس سے خوب واقف ہیں

کہ اس کتاب میں بہت سے مواقع پر شرک کرنے والے کا کسبی ، فاحشہ ، زانی ، بدکار وغیرہ کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے ، دھرم پر عمل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان یہ فرق ہندو مذہب کی کتابوں میں بھی زیادہ سخت لب و لہجہ میں ملتا ہے ، " دسیو " اور " داس " کے نام سے ہندوستان کے اصل کالے باشندوں کو ویدوں میں یاد کیا جاتا ہے ، جو آریہ لوگوں کے مذہب پر نہیں تھے ، اس قوم کے بارے میں ویدوں کے کلمات ملاحظہ کیجئے :

1 ہمارے گرد وہ دسیو ہیں ، جن کا کوئی دھرم نہیں ہے ، عقل سے محروم ، انسانیت سے خارج۔(رگ وید : ۱۰ : ۲۲ : ۲ : ۸)

1 اے بہادر ! تونے لڑائیوں میں بیل جیسے جبڑے والے داسوں کے جادو ٹونے تک کو مغلوب کرلیا۔(رگ وید : ۷ : ٤۹ : ٤)

1 تو اپنے ہتھیار سے ننگے دسیوں کو قتل کرتا ہے۔

(رگ وید : ۵ : ۲۹ : ۱)

کہیں ان لوگوں کو " سیاہ رو " مخلوق سے تعبیر کیاجاتا ہے ، (رگ وید : ٦ : ٤٧ : ٢١) کہیں انھیں گھن کھائے ہوئے درخت کہا جاتا ہے، (رگ وید : ٨ : ٤٠ : ٦) کہیں " کالے غولوں " سے تعبیر کیا جاتا ہے ، (سام وید : ٤ : ٢ : ٤ : ١١) کہیں انھیں " بدذات پاپیوں " کا نام دیا جاتا ہے ، (سام وید : ٢ : ١ : ١٥ : ١ ـ ٢) ویدوں میں اَدھرمی لوگوں کو حریص ، راکشش اور خبیث دشمن وغیرہ کے نام دیئے جاتے ہیں۔

اب انصاف کی نظر سے دیکھا جائے کہ قرآن نے تو ایک جگہ مشرکین کو ناپاک کہا ہے لیکن ویدیں اس مذہب کے مخالفین کو خبیث ، بیل جیسے جبڑے والے ، نکٹے ، سیاہ رو ، عقل سے محروم ، انسانیت سے خارج ، بدذات ، پاپی ، حریص ، راکشش وغیرہ کے الفاظ بے تکلف کہتی ہے ، بلکہ اتھروید میں ادھرمی لوگوں کے لئے بعینہ " ناپاک " کا لفظ استعمال کیا گیا ہے :

یا تو دھانوں کے دلوں کو تیر سے چھید ڈال اور ان کے بازوؤں کو جو تجھ پر حملہ کرنے کے لئے اٹھیں ، توڑ دے ، ان شیطانوں کے سامنے بھڑک کر اے اگنی !

انھیں مار گرا ، مردار خوار چتکبرے گدھے اسے کھائیں ، اس " پلید " کو آدمیوں میں سے آدم خور کی طرح تاک کر اس کے تینوں اوپر کے اعضاء کو توڑ ڈال۔

(اتھر وید : ٨ : ٣ : ٦ ـ ٧ ـ ١٠)

٥) یہ تو وہ القاب ہیں ، جو ادھرمی لوگوں کو دیئے گئے ہیں، لیکن منوجی کی تعلیمات میں عقیدۂ و فکر کی بنیاد پر نہیں ، بلکہ نسل و خاندان کی بنیاد پر شودروں کو نہایت ذلیل و حقیر القاب دیئے گئے ہیں اور ان کے بارے میں ایسے احکام دیئے گئے ہیں ، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شودر جسمانی طورپر پیشاب ، پائخانہ کی طرح ناپاک اور قابل اجتناب ہیں ، اس سلسلہ میں ہندو ماخذ میں اتنا کچھ ہے کہ اگر ان سب کو نقل کیا جائے تو ایک رسالہ بھی ناکافی ہے ، چند نمونے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں :

1 ہاتھی ، گھوڑے ، شودر قابل نفرت ملیچھ لوگ ، شیر ، تندوے اورسور (پنرجنم کے) وہ ادنیٰ درجے ہیں ، جو تاریکی سے حاصل ہوتے ہیں۔ (منوسمرتی : ٤٣ : ١٢)

1 شودر کا کھانا نہ کھائے۔ (منو سمرتی : ۲۱۱ : ٤)

1 شودر کی لڑکی کو اپنے پلنگ پر بٹھانے سے برہمن نرک (دوزخ) میں چلا جاتا ہے۔ (منو سمرتی : ۱۷ : ۳)

1 اگر برہمن بھولے سے شودر کا کھانا کھالے تو تین دن تک اپاس کرے ، (بھوکا رہے) اور اگر جان بوجھ کر کھالے تو اس کا کفارہ وہی ادا کرے جو حیض ، پائخانہ ، یا پیشاب پینے اور کھانے والے کے لئے مقرر ہے۔(منو سمرتی : ۲۲۲ : ٤)

1 غذا سور کی بدبو سے ، کتے کی نظر سے اور شودر کے چھونے سے گندہ ہوجاتی ہے۔ (منو سمرتی : ۲۹۱ : ۳)

ان تصریحات سے جو نہ صرف منو شاستر میں ہیں ، بلکہ ایسی بعض عبارتیں ویدوں میں بھی موجود ہیں ، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسانیت کے ایک طبقہ کو ہندو مذہب کے موجودہ ماٰخذ کی روایت کے مطابق کس نظر سے دیکھا گیا ہے ؟۔

تاہم مجھے یقین ہے کہ اصل ہندو مذہبی کتابو ںمیں ایسی ظلم و زیادتی کی باتیں اور غیر انسانی تصورات نہیں ہوں گے ، یہ مذہب کی اصل کتابوں میں آمیزشوں اور ملاوٹوں کا نتیجہ ہوگا ، ہمیں ہندو مذہب میں ذکر کئے جانے والے بزرگوں اور علماء کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہے کہ انھوں نے ایسی غیر انسانی باتیں کہی ہوں گی ، بلکہ یقینا ایسی غلط باتیں کچھ لوگوں نے دوسروں کے استحصال اور اپنی مقصد براری کے لئے ان کی طرف منسوب کردی ہوں گی۔

غیر مسلموں سے دوستی

اس پمفلٹ میں ان آیات کو بھی خاص طورپر ذکر کیا گیا ہے ، جن میں کفار کی عداوت اور ان سے دوستی نہیں رکھنے کا ذکر ہے ، وہ آیات اس طرح ہیں :

۱۳۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ، اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔(النساء ۱۰۱)

اور جب تم ملک میں سفر کرو تو تم پر حرج نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرو ، اگر تم کو اندیشہ ہوکہ کافر تم کو ستاویں گے ، بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

١٤ ۔ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الْیَہُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ، وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (المائدۃ ٥١)

اے ایمان والو ! تم یہودیوں اورعیسائیوں کو دوست نہ بناؤ ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان کو دوست بنائے گا وہ انھیں میں سے ہوگا ، بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے ہیں۔

١٥۔ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ہُزُوًا وَّلَعِباً مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ۔(المائدۃ ٥٧)

اے ایمان والو ! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب (آسمانی) مل چکی ہے اور وہ ایسے ہیں کہ انھوں نے تمہارے دین کو ہنسی (کھیل)بنا رکھا ہے ، ان کو اور کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو ، اگر تم ایمان والے ہو۔

۱۶۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (التوبة ۲۳)

اے ایمان والو ! اپنے باپوں اور بھائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ ، اگر وہ ایمان کے مقابلہ کفر کو پسند کریں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا ، تو ایسے ہی لوگ ظالم ہوں گے۔

پہلی آیت (النساء : ۱۰۱) میں اہل مکہ کا بیان ہے کہ یہ تمہارے کھلے ہوئے اور سخت دشمن ہیں ، کہیں مسلمان کسی مرحلہ پر دھوکہ نہ کھاجائیں اور ان کی دوست نما دشمنی کا شکار نہ ہوجائیں۔یہ آیت بھی انھیں مشرکین مکہ سے متعلق ہے۔

چنانچہ اس آیت کے بعد نماز خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے ، (نساء : ۱۰۲) کہ جب جنگ کی حالت ہو اور دونوں طرف فوجیں صف آراء ہوں ، اس وقت مسلمانوں کو کس طور نماز ادا کرنی چاہئے ؟ کیوں کہ اہل مکہ سے اس وقت پئے درپئے معرکے درپیش تھے ، یہ آیت تمام غیر مسلموں سے متعلق نہیں

ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کی واضح دلیل ہے ، آپ نے مدینہ میں یہودیوں سے معاہدہ کیا ، نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا ، بنوخزاعہ کافر تھے لیکن مسلمانوں کے حلیف اور دوست تھے ، اس طرح کے معاہدے آپ نے بعض اور غیر مسلم قبائل سے بھی کئے ہیں ، اگر کفار سے مطلقاً دوستی کی اجازت نہ ہوتی اور وہ سب کے سب دشمن قرار دیئے جاتے تو آپ نے کیسے ان غیر مسلم قبائل کو اپنا حلیف بنایا ہوتا ؟۔

دوسری اور تیسری آیت کا پس منظر یہ ہے کہ مسلمان بار بار یہودیوں سے معاہدہ کرتے تھے اور یہودی اس وعدہ کی خلاف ورزی کرتے تھے ، یہاں تک کہ غزوۂ خندق میں تو انھوں نے اہل مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی بیخ و بن اکھاڑ دینے کی کوشش کی ، یہودی حضرت عیسیٰ ں کو متہم کرتے تھے اور " ولدالزنا " ٹھہراتے تھے ، حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگاتے تھے ، حضرت عیسیٰ ں پر لعنت بھیجتے تھے ، قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ ں کے نبی ہونے کو پوری قوت کے ساتھ بیان کیا ، ان پر اور ان کی والدہ پر جو تہمتیں لگائی جاتی تھیں ، اس کی تردید کی ، لیکن ہوا یہ کہ وہ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کو تقویت پہنچاتے اور

اسلام کی دعوت کو قبول فرماتے ، اپنے پیغمبر کو گالی دینے والے یہودیوں کے ساتھ مل بیٹھے ، اس لئے مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ انھیں اپنا رازدار نہ بنائیں ؛ کیوں کہ ایسے شدید اختلاف کے باوجود مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں یہود و نصاریٰ اور کفار مکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں ، عقیدہ و مذہب کے تضاد کی وجہ سے مسلمان انھیں اپنا راز دار بناکر کہیں نقصان نہ اُٹھالیں۔

پانچویں آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ بہ مقابلہ خونی رشتہ کی محبت کے مذہب اور عقیدہ کا تعلق زیادہ اہم ہے ، یعنی اگر کوئی شخص ایمان لے آیا ہو ، اس کے آباء و اجداد ، بھائی ، بہن کفر کی حالت میں ہوں ، تو ایسا نہ ہوکہ اپنے اعزہ اور اقارب کی محبت اور ان کا تعلق اسے حق کی راہ سے منحرف کردے ؛ کیوں کہ جہاں حق اور ناحق کا مقابلہ ہو اوردوایسی باتوں کا ٹکراؤ ہو جن میں ایک طرف حق اور سچائی ہو اور دوسری طرف رشتہ و قرابت ، تو سچائی کو رشتوں پر ترجیح دینی چاہیئے ، یہ تو اعلیٰ اخلاقی تعلیم ہے اور ہر قوم کے لئے ہے کہ جس چیز کو وہ حق اور انصاف سمجھتی ہو ، اسے دوسرے تمام تعلقات پر غالب رکھے ، اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو غیر مسلم اقرباء

ہوں ، ان سے مسلمانوں کو نفرت کرنی چاہئے ، ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں ہونا چاہئے ، بلکہ آپ ا نے ہر حال میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، آپ ا نے غیر مسلم کی عیادت کی ہے ، مکہ میں قحط پڑا ، تو آپ انے کفار مکہ کے لئے امداد بھجوائی ، حضرت عمر ص نے اپنے ایک مشرک عزیز کے لئے ریشمی عباء بھیجی ، بعض صحابہ ث کی والدہ ان کے مسلمان ہونے پر ناراض تھیں اور انھوں نے احتجاجاً کھانا کھانا چھوڑ دیا تھا ، آپ ص نے انھیں نصیحت کی کہ اسلام پر قائم رہنا ہے ، لیکن اس کا بھی لحاظ رکھنا ہے کہ والدین کے ساتھ بدسلوکی نہ ہو ، اگر غیر مسلم رشتہ داروں سے نفرت کی تعلیم دی گئی ہوتی ، تو مسلمانوں نے اس طرح حسن سلوک کیوں کیا ہوتا ؟ ــــ اصل یہ ہے کہ موالات سے ہر طرح کی دوستی اور تعلق مراد نہیں ہے ، بلکہ ایسی دوستی مراد ہے ، جو انسان کے فکر و عمل پر اثر انداز ہونے لگے اور کسی گروہ کی راز دارانہ باتیں جن کا دوسروں تک پہنچنا اس گروہ کے لئے ضرر کا باعث بن سکتا ہو ، پہنچنے لگیں ، ایسے گہرے تعلق کو " موالات " سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تعلق کے مختلف درجات ہیں ، ان کو ایک ممتاز صاحب علم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کہ تعلقات چار طرح کے ہوسکتے ہیں ، مدارات ، مواساۃ ، معاملات ، اور موالات ، " مدارات " دوستانہ برتاؤ اور خوش خلقی کا نام ہے ، یہ غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ انھیں اس کا حکم دیا گیا ہے ، " مواساۃ " غم گساری ، نفع رسانی اور مالی تعاون سے عبارت ہے ، غیر مسلموں کے ساتھ " مواساۃ " کا بھی حکم دیا گیا ہے ، تیسرے " معاملات " ، یعنی مالی کاروبار جیسے تجارت ، ملازمت وغیرہ ، اس میں بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی فرق نہیں ، چوتھا درجہ "موالات " کا ہے ، موالات سے مراد ایسی دوستی ہے ، کہ آدمی دوسرے شخص کے تہذیبی و تمدنی اثرات کو قبول کرنے لگے اور اپنے رازہائے سربستہ کو دوسروں تک پہنچانے سے بھی نہ چوکے، جس سے اسے مضرت بھی پہنچ سکتی ہے ، قرآن نے اسی درجۂ تعلق " موالات " سے منع کیا ہے ، أی لاتجعلوا خاصتکم وبطانتکم منھم ، (تفسیر قرطبّی : ٣ / ٢٧٢) اسی ممانعت کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان شادی بیاہ کا تعلق نہیں ہوسکتا، وہ ایک دوسرے سے میراث کے حق دار نہیں ہوتے۔

پس دو باتیں ان آیات کے بارے میں ذہن میں رکھنے کی ہیں : اول یہ کہ یہ آیات بھی ان کفار کے پس منظر میں ہیں جن سے اس وقت مسلمانوں کا سابقہ تھا ، دوسرے اس میں ہر طرح کی دوستی کی ممانعت نہیں ، بلکہ ایسی دوستی کی ممانعت ہے جس میں مسلمان اپنی تہذیبی اور تمدنی قدروں سے محروم ہوجائیں ، وہ دوسری قوموں کے ساتھ تہذیبی اور فکری اعتبار سے جذب ہونے لگیں ، یا جن لوگوں سے ان کا اختلاف ہے ، ان تک اپنے ایسے راز واسرار کو پہنچانے لگیں جو پوری قوم کے لئے نقصان دہ اور مضرت رساں ہوں ، ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی قوم اگر اپنی تہذیب کی حفاظت اور بچاؤ کی کوشش کرتی ہے تو یہ کوئی مذموم و ناپسندیدہ بات نہیں ، آج تو تمام تہذیبی اکائیوں کے لئے عالمی سطح پر اس حق کو تسلیم کیا جاتا ہے ، کہ اپنے تمدن کی حفاظت کریں اور اسے کھونے نہ پائیں ، خود ہمارے اس ملک میں چھوٹی چھوٹی تہذیبی اکائیوں کی رعایت سے بعض ریاستوں میں خصوصی قوانین ہیں ، وہاں دوسرے لوگ زمینیں بھی نہیں خرید کرسکتے ، نیز ملکی قوانین کی جگہ بعض اُمور میں ان کے روایتی قانون کو ترجیح دی جاتی ہے ، اس لئے یہ کسی گروہ کے خلاف نفرت کی

تعلیم نہیں ، بلکہ مسلمانوں کو مختلف مذہبی اکائیوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی ثقافت کو برقرار رکھنے اور اپنے مذہبی اقدار پر ثابت قدم رہنے کی تعلیم ہے۔

اب یہ بھی ملاحظہ کیجئے ! کہ خود ہندو مذہب میں جولوگ ـــ اَدھرمی تھے ، اور ہندو مذہب پر ایمان نہ رکھنے والے سمجھے جاتے تھے ـــ ان کے لئے عام طورپر دشمن ہی کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے ، اس طرح ان کا ذکر کیا جاتا ہے جیسے ان کا نام ہی " دشمن " ہو ، چند مثالیں یہاں نقل کی جاتی ہیں :

1ہم تیری مدد سے دولت حاصل کریں ، ہم تیری اعانت سے اور آریوں کی قوت سے اپنے تمام " دشمن " دسیوں کو مغلوب کرکے۔ (رگ وید :٢ : ١١ : ١٩)

1 اے بہادر ! ہم تیری مدد سے دونوں قسم کے " دشمنوں " کو قتل کرکے خوش حال ہوں۔(رگ وید : ٦ : ١ : ٨ : ١٣)

1 " دشمنوں " کے قتل کرنے والے در تیرا ! دسیوں کو ہلاک کرنے والے ! ۔ (رگ وید : ١٠ : ٨٣ : ٣)

1 تو ہمارے " دشمنوں " کو قتل کر ...... قتل کئے جا ، "دشمنوں " کو کچلے جا۔

(رگ وید : ۱۰ : ۸٤ : ۲ ـ ۳)

1 اندر اور سورما ! تو خبیث " دشمن " کو جلادے۔

(اتھر وید : ۳ : ٤ ـ ۱)

غرض کہ ہندو مذہبی کتابوں میں ان لوگوں کو جو اس مذہب کو نہ مانتے ہوں ، یا جن کو آریہ نسلی اعتبار سے حقیر جانتے ہوں ، عام طورپر " دشمن " ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ، شودروں کا بدقسمت گروہ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ، اگر دوستی اور دشمنی کے پیمانے میں رکھ کر ان کے بارے میں ہندو مذہبی کتابوں کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو حقارت کے علاوہ ان سے سخت نفرت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور یہ بھی کہ اونچی ذات کے لوگوں کو ان لوگوں سے بے تعلق رہنا چاہئے اوران سے ہرگز دوستی کا رشتہ نہیں جوڑنا چاہئے ، مثلاً منوجی شودروں کے بارے میں ہدایت کرتے ہیں :

1 وہ کسی برادری سے خارج کئے ہوئے شخص یا چنڈال ... کے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں نہ ٹھہرے۔(منو سمرتی : ٤ : ٧٩)

واضح ہوکہ چنڈال سے مراد وہ شخص ہے جو شودر مرد اور براہمن عورت کے اختلاط سے پیدا ہوا ہو۔

1 جو کوئی شودر کو دھرم کی تعلیم دے گا اور جو اسے مذہبی مراسم ادا کرنا سکھائے گا ، وہ اس شودر کے ساتھ ہی " اسم ورت " نامی جہنم میں جائے گا۔

(منو سمرتی : ٤ : ٨١)

1 چنڈال اور داس لوگوں کی رہائش بستی کے باہر ہونی چاہئے۔

(منو سمرتی : ١٠ : ١٥)

1 براہمن شودر سے کبھی دان نہ لے۔(منو سمرتی : ١١ : ١٤)

یہ محض چند مثالیں ہیں ، ورنہ منو سمرتی تو ایسی تعلیمات سے پُر ہیں اور ان کو اتنا قابل اجتناب سمجھا گیا ہے کہ :

1　اگر براہمن کسی بلی یا نیولے یا چوہے یا مینڈک یا کتے یا چھپکلی یا اُلو یا کوے کو مار ڈالے تو اس کا وہی کفارہ ہے ، جو شودر کو مارنے پر مقرر کیا گیا ہے۔

(منو سمرتی : ١١ : ١٣٢)

غور فرمایئے کہ نسل و مذہب کی بنیاد پر ایک طبقہ کے ساتھ کیسی نفرت و عداوت کو روا رکھا گیا ہے اور کس کس طرح لوگوں کو ان سے دور رہنے کی تعلیم دی گئی ہے ؟؟

غیر مسلم اور ہدایت :

١٧۔ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔　(التوبۃ ٣٧)

اللہ کافر لوگوں کو صحیح راستہ نہیں دکھاتا۔

یہ آیت کا صر ف آخری ٹکرا ہے ، پوری آیت کا ترجمہ دیکھ لیا جائے تو خود بخود غلط فہمی دور ہوجائے گی ، اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بات بتائی ہے کہ زمین و

آسمان کی تخلیق کے وقت سے ہی سال کے بارہ مہینے ہیں ، یعنی ۱۲ مہینوں میں سورج کے گرد زمین کی گردش پوری ہوتی ہے ، ان میں سے چار مہینے " حرام " ہیں ، یہ چار مہینوں کے حرام ہونے کا حکم حضرت ابراہیم ؑکے زمانہ سے ہی عربوں میں آرہا تھا ، ان مہینوں کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جنگ کی مکمل ممانعت ہے ، عرب کے خطہ میں جہاں کوئی قانونی حکومت نہیں تھی ، ان مہینوں کا احترام لوگوں کے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا ؛ کیوں کہ ان ہی مہینوں میں وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرسکتے تھے ، یہ چار مہینے تھے۔ رجب ، ذوقعدہ ، ذوالحجہ اور محرم۔

لیکن صورت حال یہ تھی کہ جب وہ ان مہینوں میں سے کسی مہینہ میں جنگ کے لئے مناسب موقع پاتے تو مہینے کو بدل دیتے ، مثلاً کہتے کہ اس سال ذوقعدہ کی جگہ صفر ہے اور صفر کی جگہ ذوقعدہ ، اسی طرح کبھی مہینہ بڑھا دیتے ، اور بارہ مہینوں کی جگہ تیرہ مہینوں کا سال قرار دیتے ، کبھی مہینہ گھٹاکر ۱۱ مہینوں کا سال کردیتے ، قرآن مجید نے ان کے اس رویے پر تنقید کی اورفرمایا :

اِنَّمَا النَّسِیْئُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ، زُیِّنَ لَہُمْ سُوْئُ اَعْمَالِہِمْ ، وَاللّٰہُ لاَ یَہْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔

(التوبۃ ۳۷)

بے شک نسیٔ (مہینوں کا ہٹادینا) کفر میں زیادتی ہے اس کے ذریعہ کفر کرنے والے گمراہ کئے جاتے ہیں ، وہ کسی سال حرام مہینہ کو حلال کرلیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں ، تاکہ ان مہینوں کی جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے ، گنتی پوری کرلیں ، پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کو حلال کرلیتے ہیں ، ان کی بداعمالیاں انھیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔

غرض کہ اہل مکہ کے جانتے بوجھتے اس غلط روش کو اختیار کرنے کی قرآن نے مذمت کی ہے ، اس کے ذریعہ وہ عوام کو گمراہ کرتے تھے ، مثلاً کسی چیز پر سالانہ سود مقرر ہوا ہے اور آپس میں مشورہ کرکے دس مہینے کا سال قرار دے دیا ، تو اب دس ہی ماہ میں وہ پورا سود بے چارے بھولے بھالے عوام سے وصول

کرنے کا بہانہ ہاتھ آگیا ، اسی طرح کسی کو ایک سال کے لئے مزدوری پر رکھا اور اجرت سالانہ متعین کی ، اب بارہ کے بجائے چودہ ماہ کا سال مقرر کرلیا اور دو مہینہ زیادہ اس سے خدمت لے لی ، اس طرح سے یہ عوام کو بے وقوف بنانے کا بہانہ تھا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جاتا ، پھر اہل مکہ میں سے ان مجرم پیشہ لوگوں کے بارے میں کہا گیا کہ یہ چوں کہ دانستہ طورپر غلطی پر مصر ہیں ، اس لئے ان کو ہدایت حاصل نہیں ہوسکتی۔

پس یہ بات کافروں کے ایک خاص گروہ کے بارے میں ہے ، ورنہ تو قرآن تو چاہتا ہی ہے کہ جو مسلمان نہیں ہیں ، وہ بھی ہدایت کے راستہ پر آئیں ، اس لئے قرآن نے اپنا تعارف ہی یہ کرایا ہے کہ وہ تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے ، " ھُدیً لِلنَّاسِ " (بقرہ : ۲) اور اس اُمت کو حق اور سچائی کی طرف بلانے کا حکم دیا گیا ہے ، تو اگر قرآن کا یہ تصور ہوتا کہ کسی غیر مسلم کو وہ راستہ مل ہی نہیں سکتا جس کو اسلام صحیح راستہ سمجھتا ہے اور ہدایت قرار دیتا ہے ، تو کیوں کر اُمت ِمسلمہ کو انسانیت کی دعوت کے لئے مامور کیا جاتا ؟

عیسائیوں میں آپسی عداوت :

۱۸۔ فَاَغۡرَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ، وَسَوۡفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ . (المائدۃ ۱٤)

پھر ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی اوربغض ڈال دیا ہے اور اللہ جلد انھیں بتادے گا ، جو کچھ کہ وہ کرتے رہے ہیں۔

یہ بھی آیت کا ایک ٹکڑا ہے ، پوری آیت اس طرح ہے :

وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ ، فَاَغۡرَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ، وَسَوۡفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ۔

(المائدۃ ۱٤)

اور جولوگ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں ، ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا ، جوکچھ انھیں نصیحت کی گئی ، اس کا بڑا حصہ وہ بھلا بیٹھے تو ہم نے ان میں قیامت تک کے لئے باہم بغض و عداوت پیدا کردی اورعنقریب اللہ انھیں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں ، ان کے بارے میں بتائیں گے۔

اس آیت میں چند باتیں قابل غور ہیں :

اول یہ کہ یہ ارشاد ان لوگوں سے متعلق ہے جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے تھے ، نہ کہ تمام غیرمسلموں سے متعلق ، دوسرے قرآن نے ہمیں بتایا کہ ان سے حضرت عیسیٰ ں نے عہد لیا تھاکہ آپ کے بعد جو نبی آئے گا ، یعنی محمد رسول اللہا ، وہ ان پر ایمان لائیں گے ، لیکن انھوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا ، حالاںکہ عیسائیوں نے اور خاص کر سینٹ پال نے عیسائی عقائد کو پوری طرح ردوبدل کرکے رکھ دیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے آمیزشیں کردی ہیں ، اس کے باوجود انجیل میں ابھی بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی طرف اشارے موجود ہیں، یہاں حضرت عیسیٰں کے دو ارشادات نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے ، فرماتے ہیں :

1 اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے اورمیں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ "ابد" تک وہ تمہارے ساتھ رہے۔

(یوحنا : ١٤ : ١٦ : ١٠)

1 میں تم سے سچ کہتاہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے ، کیوں‌کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا ؛ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا : ١٦ : ٧ ـ ٨)

حضرت عیسیٰ ں کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نبوت کا دعویٰ فرمایا اورقرآن نے آپ ا کو " خاتم النبین " یعنی ابد تک کی نبوت کا حامل قرار دیا ، اور آپ ا نے دنیا پر واضح کیا کہ حضرت عیسیٰ ں اور ان کے معاندین میں کون راست باز ہے اور کون گنہگار؟ اس طرح عیسائیوں کے لئے حضرت عیسیٰ ں اور انجیل کی تعلیم کے مطابق آپ ا پر ایمان لانا ضروری تھا ، لیکن انھوں نے ایمان نہ لاکر اس عہد کی خلاف ورزی کی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی قوموں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے بعض عذاب نازل کرتے ہیں جن میں سے ایک ان

کے درمیان باہمی اختلاف و افتراق کا پیدا ہوجانا بھی ہے ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت ِمسلمہ کے بارے میں بھی فرمایا کہ اس اُمت پر کوئی اجتماعی عذاب تو نازل نہیں ہوگا ، لیکن آپسی اختلاف وافتراق کا عذاب ان کی شامت ِاعمال کی وجہ سے نازل ہوگا اور مسلمان عملًا آج اس سے گذر رہے ہیں ، پس اللہ تعالٰی نے عیسائیوں کے بارے میں فرمایا کہ قیامت تک عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے درمیان سخت اختلاف کی کیفیت باقی رہے گی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عیسائیوں میں جتنے زیادہ مذہبی فرقے ہیں ، شاید کسی اور مذہب میں ہوں اور مذہبی اختلاف کی بنیاد پر عیسائی فرقوں نے ایک دوسرے کو جس طرح بے تحاشا قتل اور زندہ جلادینے کی سزا دی ہے ، مشکل سے مذاہب کی تاریخ میں اس کی کوئی اور مثال ملے گی ، کلیسائی نظام کے زمانۂ عروج میں مذہبی عدالتوں کے حکم پر قتل کئے جانے والوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی جاتی ہے ، جن میں تین لاکھ چالیس ہزار کا تعلق صرف اسپین سے تھا اور تیس ہزار وہ لوگ ہیں ، جو زندہ جلادیئے گئے ، پھر عیسائی حکومتوں کی باہمی منافرت دیکھئے ، پہلی اور دوسری جنگ عظیم دراصل ان ہی کی باہمی رقابتوں کے نتیجہ میں ہوئیں

، جن میں کروڑوں انسان لقمہ ٔاجل بن گئے ، ـــــ یہ قرآن مجید کی ایک پیشین گوئی ہے اور ایسی پیشین گوئی ہے جو مشاہدہ میں ہے ، اس میں کوئی ایسی بات نہیں ، جو قابل اعتراض ، یا مسلمانوں کو کسی فرد کے خلاف بھڑکانے والی ہو۔

اس پمفلٹ میں چھ آیتیں وہ ذکر کی گئی ہیں ، جن میں کفر کرنے والوں کے لئے آخرت کی سزاؤں کا ذکر ہے ، یہ آیات اس طرح ہیں :

غیر مسلم اور عذابِ آخرت

۱۹۔ اِنَّ الذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡهِمۡ نَارًا ، کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَهَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ، اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا۔(النساء ٥٦)

بے شک جن لوگوں نے ہمارے احکام کا انکار کیا ، ہم انھیں دوزخ میں داخل کریں گے ، جب جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ، تو ہم انھیں دوسری کھالوں سے بدل دیں گے ؛ تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں ، بے شک اللہ طاقت والا حکمت والا ہے۔

۲۰ ۔ وَعَدَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْکُفَّارَ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ھِیَ حَسْبُہُمْ ، وَلَعَنَہُمُ اللّٰہُ ، وَلَہُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ (التوبۃ ۶۸)

منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے، یہی انھیں بس ہے اور ان پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

۲۱۔ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ ، اَنْتُمْ لَہَا وَارِدُوْنَ۔

(الانبیاء ۹۸)

یقینا تم اور اللہ کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو ، وہ دوزخ کا ایندھن ہیں اور تم لوگ اس میں اُتروگے۔

۲۲۔ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا وَّلَنَجْزِیَنَّہُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔(حٰمٓ السجدۃ ۲۷)

تو یقینا ہم کفر کرنے والوں کو سخت عذاب چکھائیں گے اوران کو ان کے برے کاموں کا بدلہ دیں گے۔

اس سے پہلے کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے یہ بات ان لوگوں کے بارے میں فرمائی ہے ، جو قرآن مجید پڑھنے کے وقت شور و غل کرتے تھے اور لوگوں کو قرآن سننے نہیں دیتے تھے۔

٢٣۔ ذٰلِکَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰہِ النَّارُ لَہُمْ فِیْہَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ۔(حم السجدۃ ٢٨)

یہ بدلہ ہے اللہ کے دشمنوں کا ، آگ ، اس میں ان کا ہمیشہ کا گھر ہے ، اس کے بدلہ میں کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

٢٤۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْہَا ، اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ . (السجدۃ ٢٢)

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا ، جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ یاد دہانی کرائی جائے ، پھر بھی وہ اس سے منہ پھیر لے ، یقینا ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں ، اس کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں اور غیراللہ کے سامنے سرجھکانے والوں کے لئے عذاب کا ذکر ہے ، یہ بات وی ۔ ایچ ۔ پی کے بھائیوں کو بہت ناگوار خاطر ہے ، دنیا کی معمولی حکومتیں بھی اپنے مخالفین کو سزائیں دیتی ہیں ، وی ۔ ایچ ۔ پی اور بجرنگ دل والے بہت سے بے قصور لوگوں کو صرف اسی لئے تکلیفیں دینا، زندہ جلانا اور نیست و نابود کردینا درست سمجھتے ہیں ، کہ وہ ان کے ہم مذہب نہیں ہیں ، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ خدا اتنا عاجز ، بے حس اور بے شعور ہوکہ چاہے کوئی اس کا فرماں‌بردار ہو یا نافرمان ، کوئی اس کے سامنے سر جھکائے یا اس کو برا بھلا کہے ، کوئی اس کے حق میں دوسرے کو شریک ٹھہرائے ، لیکن خدا کوئی حرکت نہ کرے ، وہ اپنی آنکھیں اور کان بند کئے رہے اور ظلم وتعدی کرنے والوں کو نہ دنیا میں کچھ کہے اور نہ مرنے کے بعد ، یہ کیسی ناانصافی کی بات ہے ؟ خدا کی تو شان ہی یہی ہے ، کہ وہ پورا پورا انصاف کرے اوراچھے اور بروں کو ان کے عمل کی جزاء وسزا دے ، دنیا کے تمام ہی مذاہب ہیں‌جزاء و سزا کے قانون کو مانا گیا ہے اور اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ انسان کو اچھے عمل کرنے چاہئیں

تاکہ وہ خدا کے عذاب سے بچ سکے ، ہندو مذہب میں بعض اعمال پر سورگ اوربعض اعمال پر نرک کی جو پیشین گوئی ہے وہ آخر کیا ہے ؟ یہ جو شری کرشن جی ارجن کو ترغیب دیتے ہیں کہ تم کورووٴں پر حملہ کرو اس سے تمہارے لئے سورگ کا دروازہ کھل جائے گا ، اور منو جی کہتے ہیں کہ برہمن شودر کی لڑکی کو اپنے پلنگ پر بھی بیٹھالے تو بے چارہ نرک میں چلاجائے گا ، یہ سورگ اور نرک کیا ثواب و عذاب سے عبارت نہیں ہے ؟ ہندو مذہبی علماء آج جس پنر جنم کے قائل ہیں اس کے مطابق ایک انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے آئندہ کتا اور سور بن کر پیدا ہوسکتا ہے ، یہ بھی دھرم کی خلاف ورزی پر خدا کی طرف سے عذاب ہی تو ہے ؟ اس لئے ان آیات پر اعتراض کے کوئی معنیٰ نہیں ، بلکہ اگر خدا نافرمانوں کی گرفت نہیں کرتا تو یہ خدا کی شان اورانصاف کے خلاف بات ہوتی ، اگر نافرمانوں کے لئے کوئی سزا نہ ہوتی تو وید میں یہ دُعاء سکھائی نہ جاتی کہ وید مخالفوں کو ہلاک کردے۔(اتھر وید : ٢٠ : ١٠٥ : ١)

ہاں اگر ان آیات میں اسلام کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کو اکسایا گیا ہوتا کہ وہ خدا کی عدالت کا انتظار نہ کریں ، بلکہ خود ہی انھیں سزائیں

دے دیں ، تو اس سے اشکال پیدا ہوسکتا تھا ، لیکن قرآن نے یہ اُصول بتایا کہ دنیا میں ہر شخص اپنی سوچ کے مطابق عمل کرے گا ، مسلمان دوسری قوموں پر داروغہ نہیں ہیں کہ وہ انھیں اپنی رائے پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں ، لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ،(الغاشیہ : ۲۲) لیکن اللہ تعالیٰ آخرت میں مسلمان ہوں یاغیر مسلم ، ان کو خود ان کی بداعمالیوں کی سزا دے گا ، قرآن نے بار بار دوزخ میں آگ کی سزا کا ذکر کیا ہے ، لیکن دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک انسان دوسرے انسان کو آگ میں جلانے کی سزا دے ، اور فرمایا کہ ایسی سزا دینے کا حق صرف اللہ ہی کو ہے ، غرض کہ دنیا کا قانون اور ہے اور آخرت کا قانون اور ، اور اگر اللہ آخرت میں بھی ظالم و مظلوم اورفرماں بردار ونافرمان کا فرق نہ کرے تو پھر کیا وہ خدا کہلانے کا مستحق بھی ہے ــــ ؟

ةةةةةةة